سفینۂ نوح

حصّہ دوم

تصنیف لطیف
مجدّدِ مسلکِ اہل سنّت
خطیبِ پاکستان علّامہ محمّد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور اردو بازار

سفینۂ نوح

حصّہ دوم

تصنیفِ لطیف

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃ الباری

ناشر:
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
اردو بازار
لاہور

نام کتاب ———— سفینۂ نوح - دوم
مصنف ———— خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
تعداد اشاعت ———— دو ہزار
تاریخ اشاعت ———— جنوری ۱۹۸۸
قیمت ———— ۱۵ روپے
قیمت مجلد خاص ———— روپے

ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
اردو بازار
لاہور
فون: ۶۳۲۶۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا سورۂ احزاب ۳۳

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرتؒ

انکی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

انتساب

اپنے والد گرامی
حضرت الحاج میاں جی شیخ کرم الٰہی نقش بندی علیہ الرحمۃ
اور
اپنی والدہ محترمہ
حضرت بے بے جی مدظلہا
کے نام
جن کی تربیت اور دعاؤں کے فیضان نے مجھے یہ
سعادت بخشی۔

محتاجِ دُعا!
محمد شفیع اوکاڑی غفرلہ

پیش لفظ

میرے اباجان قبلہ، مجدّدِ مسلک اہلِ سنت، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ رحمۃُ الباری کی ساری زندگی تبلیغ و توسیع دین اور فروغِ عشق رسُول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔ یہ یقیناً ان پر خالقِ حقیقی کا خاص کرم اور محبوب رب العالمین ختم المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی خاص رحمت و عنایت تھی اور بزرگانِ دین کا فیضان تھا کہ وہ بے باکانہ صدائے حق بلند کرتے رہے۔ اُنھوں نے اپنی پچپن سالہ مختصر ظاہری زندگی میں صدقات جاریہ کے اتنے بہت سے کام کیے کہ ایک مثال ہیں۔ اہلِ ایمان کے نزدیک فخر و انبساط کی مثال۔ تقریر کے ساتھ تحریر کے میدان میں بھی انہوں نے گراں قدر یادگاریں باقی چھوڑی ہیں جو مدتوں اصلاح عقائد و اعمال کا فریضہ انجام دیتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

کتاب سفینۂ نوح کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ حصہ اوّل میں حضرت مولائے کائنات امیر المؤمنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ تھا۔ اس دوسرے حصے میں تین باب ہیں۔ پہلے باب میں اُمّ السادات، مخدومۂ کائنات، دخترِ مُصطفےٰ، بانوئ مرتضیٰ، سردارِ خواتین جہاں و جناں حضرت سیّدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے فضائل و حالات ہیں۔ دوسرے باب میں مادرِ مومناں، بانوئ رحمتِ دو جہاں حضرت عتیقہ بنت عتیق، صدیقہ بنت صدیق، سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے اور تیسرے باب میں خواتین اِسلام کے بارے میں کتاب وسُنّت کے احکام مختصراً بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب کے تمام مندرجات صحت کے التزام اور تصدیق و تحقیق کے بعد نقل کیے گئے ہیں اور ان کے ماخذ کا حوالہ بھی درج کیا گیا ہے۔ اس گزارش کے باوجود اہلِ علم و دانش سے عرض ہے کہ وہ کتابت یا عبارت کی اغلاط

سے آگاہ فرمائیں یہ فقیر ان کا شکر گزار ہو گا۔

مُسلم خواتین کے لیے بالخصوص دخترِ ختمی مرتبت حضرت خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نامی اور ان کی ذاتِ گرامی مرکزِ مہر و محبّت اور محورِ عقیدت و ارادت ہے کیوں کہ یہ ہمارا ایمانی تقاضا ہے، ہر چند کہ یہ محبّت ذریعہ نجات اور کفارۂ سیئات ہے لیکن کسی دانائی راز کے بقول محبّت ایک پودے اور اظہار پانی کے مترادف ہے۔ پودے کی نشو و نما مسلسل آب یاری سے ہوتی ہے وہ کتنا تن آور درخت کیوں نہ ہو جائے، پانی کی احتیاج ختم نہیں ہوتی۔ خانوادۂ رسُولِ مقبول کی محبّت کے لیے اظہار بھی ہونا چاہیئے۔ تقاضائی محبّت کی تکمیل نہ ہو تو محبّت محض ایک دعویٰ خام رہ جاتی ہے اور میرے نزدیک مسلسل اظہار یہ ہے کہ ہر لمحے ان کی یاد رہے اور کچھ اس طرح رہے کہ ان کی پیروی کی جستجو میں کمال حاصل کیا جائے۔ اظہار یہ ہی نہیں کہ صرف ان کا دِن منا لیا جائے۔ ان کا نام آنے پر سروں کو ڈھانک لیا جائے۔

کیا عجب ہے کہ ہماری بیشتر خواتین اذان سُن کر ڈوپٹے اوڑھ لیتی ہیں مگر نماز نہیں پڑھتیں جب کہ حضرت سیّدہؓ نے کبھی نماز قضا نہیں کی تھی۔ یہ ان کی تربیت ہی کا فیضان تھا کہ اُن کے فرزند کا سر جسم سے جُدا ہو کر بھی نیزے کی نوک پر قرآن پڑھتا رہا، یہ ایک خاتون کی تلاوتِ قرآن کا اعجاز تھا جس نے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی تقدیر بدل دی تھی۔

کچھ مدّت ہوئی، ایک دوست نے مجھے ایک پمفلٹ "بی بی سیّدہ کی کہانی" مجھے بھجوایا اس سوال کے ساتھ کہ خواتین اسلام اس پمفلٹ کو سننے سنانے کی منت مانتی ہیں اور تقریباً سبھی کی منت پوری ہوتی ہے لیکن جو واقعات اس پمفلٹ میں ہیں ان کی صحت و صداقت کے بارے میں اپنی رائے سے آگاہ کیجیئے۔ میں نے وہ پمفلٹ پڑھا اس میں بطور کہانی جو واقعات لکھے گئے ہیں وہ اس سے قبل کہیں سُنے پڑھے نہیں تھے۔ تذکرے تلاش کیے مگر کہیں یہ واقعات نہیں ملے۔ ان واقعات پر غور کیا تو بہ ظاہر وہ کہانی ہی تھے۔ کس نے لکھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ منت کا

پورا ہو جانا تعجب خیز نہیں کیوں کہ منت کے پورے ہونے کا انحصار کہانی سننے سنانے پر نہیں بلکہ حضرت سیدہ کی تربت اور نسبت پر ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول کی محبوب ہستی ہیں۔

خواتین اسلام کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ اس کہانی کو سننے اور سُنانے کی بجائے حضرت سیّدہ کے صحیح فضائل وحالات سُنا کریں اور سُنایا کریں تا کہ ان میں نیکی و بھلائی، ترغیب و تحریک کا ذوق و شوق پیدا ہو اور وہ سیّدہ کی پیروی اختیار کریں ہاں ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ و نیاز، صوم وصلوٰۃ، عمرہ و حج وغیرہ محبت و اخلاص سے کریں لیکن ان کی پیروی مقدم ہے۔ اسے لازم کرلیں۔ اسلام ہی وہ دین ہے جس نے عورت کی ذلت کو عزت سے بدل دیا۔ اِسلام سے کامل وابستگی ہی میں مُسلم خواتین کی عزت اور وقار ہے ورنہ مغربی تہذیب نے عورت کو اشتہار اور عریاں کر کے اس کی منزلت کو ختم کیا ہے۔

ابا جان قبلہ نے "مُسلمان خاتون" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے خواتین اسلام کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور اپنی دُنیا و آخرت کو سنوارنا چاہیئے۔ اِس کتاب کے متعدد اڈیشن ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ اس اڈیشن میں کچھ اضافے بھی ہیں۔ پہلے کی نسبت اس کی تزئین و آرائش اور خطاطی بھی عمدہ ہے۔ اسے آپ تک بہ تمام و کمال پہنچانے کا اہتمام مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور نے کیا۔

اس کتاب کے مطالعے سے یقیناً روح کی تسکین اور قلب کے اطمینان کا سامان ہوگا۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالےٰ جلِ شانہ میرے والدِ گرامی قدس سرہٗ السامی کی خدمات قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین

طالبِ دُعا!

کوکب نورانی رضا احمد شفیع

مجدِّد مسلکِ اہلِ سُنّت خطیبِ پاکستان

نام:- (مولانا) حافظ محمد شفیع اوکاڑوی

ولدیت:- حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم و مغفور جو پنجاب کی معزز شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔

سنِ ولادت:- ۱۹۲۹ء۔ کھیم کرن مشرقی پنجاب (بھارت)

تعلیم:- اسکول میں مڈل تک اور دینی تعلیم۔ درسِ نظامی مکمل و دورۂ حدیث و تفسیر

بیعت و ارادت:- شیخ المشائخ حضرت پیر میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ثانی صاحب قبلہ برادرِ خورد شیرِ ربانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ

(سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ)

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ نے حاجی میاں کرم الٰہی کو مولانا اوکاڑوی کی ولادت اور ان کے فضل و کمال کی بشارت پہلے ہی سے دے دی تھی۔ آپ کے والدین نے بھی آپ کی ولادت سے قبل مبارک خواب دیکھے اور بیان کیے۔

حالات و خدمات:- اپنے پیر و مرشد حضرت ثانی صاحب شرقپوری اور علمائے اہلِ سنّت کے ساتھ زمانۂ طالب علمی میں تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور تقسیمِ ہند تک سرگرمِ عمل رہے۔

- ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے اوکاڑا آ گئے اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم کیا جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔
- دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا غلام علی صاحب اشرفی اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوارالعلوم ملتان کے شیخ الحدیث والتفسیر غزالیِ دوراں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی سے تمام متداول دینی علوم پڑھے اور درسِ نظامی کی تکمیل پر اسناد حاصل کیں۔
- جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نمازِ جمعہ کی خطابت شروع کی۔ اس دوران برلا ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔
- ۱۹۵۲-۵۳ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں محض سیدِ عالم ختمی مرتبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھرپور حصہ لیا۔ ضلع منٹگمری (ساہیوال) اور پنجاب کی سرکردہ شخصیت تھے۔ حکومت نے قید کر دیا۔ دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں حضرت مولانا کے دو فرزند تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی، انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کُن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ "بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں میرے پاس آپ کے لیے بہت سی سفارشیں ہیں، آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں۔ آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا۔" مولانا نے جواباً کہا کہ "میں نے عزت و ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم آخری نبی ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا"

اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کی گئی۔ دفعہ ۳ میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ملاقات وغیرہ پر بھی سختی سے پابندی تھی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر و استقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔

- اوکاڑا میں قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملّی سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔
- ۱۹۵۵ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی آئے کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد (بولٹن مارکیٹ) کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور ہمہ جہاں، تادمِ آخر شب و روز دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔
- میمن مسجد کی امامت و خطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عیدگاہ میدان اور سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوبلی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نمازِ جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں بالترتیب تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے اور تقریباً ۲۹ برس میں نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔
- اس دوران ۱۹۶۴ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق جس کے آپ چیئرمین بھی تھے ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمدللہ وہاں سے متعدد طلبہ علومِ دینیہ حاصل کر کے چار سمت تبلیغِ دین و مسلک کر رہے ہیں۔
- ۱۹۷۲ء میں ڈولی کھاتہ گلستانِ شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو گزشتہ سو برس سے مسجد کے لیے وقف تھا، مولانا نے تعمیرِ مسجد کی بنیاد رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کیا۔ جس کا نام گلزارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ مولانا اس کے بانی و سربراہ تھے۔ اس ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام جامع مسجد گلزارِ حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب زیرِ تعمیر ہے۔ اسی مسجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ مرجعِ خلائق ہے۔
- مسلسل چالیس برس تک ہر شب مولانا محترم مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حُسنِ بیان، خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہردلعزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں ، لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہِ محرم کی شبِ عاشورہ میں ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں حضرت مولانا مرحوم نے اپنی خطابت سے قلب و جاں کو آسودہ نہ کیا ہو۔
- دین و مسلک کی تبلیغ کے لیے مولانا نے شرقِ اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت، فلسطین، جنوبی افریقہ ، ماریشس اور دوسرے کئی غیر ملکی دورے کیے صرف جنوبی افریقہ میں ۱۹۸۰ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے والی کیسٹس کی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی تقاریر کی ویڈیو کیسٹس بھی پھیل رہی ہیں۔
- مولانا اوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق، فقہی بصیرت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی متعدد تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں ہر کتاب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر نہایت مقبول ہوئی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ذکرِ جمیل، ذکرِ حسین (دو حصے)، راہِ حق، درسِ توحید، شامِ کربلا، راہِ عقیدت، امامِ پاک اور یزیدِ پلید، برکاتِ میلاد شریف، ثوابُ العبادات، نمازِ مترجم، سفینۂ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوارِ رسالت، مسئلہ طلاقِ ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، اخلاق و اعمال (نشری تقاریر)، تعارف علمائے دیوبند، میلادِ شفیع، جہاد و قتال، آئینۂ حقیقت، نجوم الہدایت، مسئلہ بیس تراویح، مقالاتِ اوکاڑوی اور متعدد فتووں وغیرہ پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

- ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں کراچی کے علاقہ کھڈا مارکیٹ میں ایک سازش کے تحت اختلافِ عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دورانِ تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پُشت پر پانچ نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن کے بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا "مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں۔ نہ میں مجرم ہوں۔ اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سیدِ عالم محسنِ انسانیت حضور رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لیے جو مناسب ہو وہ کریں تاکہ ایسی کارروائیاں آئندہ نہ ہوں"۔ مولانا نے اس مقدمے کے لیے کوئی وکیل نہیں کیا نہ کسی مقدمے کی پیروی کی۔ صرف ایک گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جاں بر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ اُن ہی دنوں جاری ہوا جس کی بڑی سُرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغِ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف مُلک بھر میں شدید احتجاج ہُوا۔
- ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے مُلک میں جوش و جذبۂ جہاد کے لیے ملّت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا سامان جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں وغیرہ میں بدستِ خود سامان تقسیم کیا۔
- آزاد کشمیر کے بائیس مقامات اور سیالکوٹ، چھمب جوڑیاں، لاہور، واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز تقاریر کیں۔
- حضرت مولانا اوکاڑوی مرکزی جماعتِ اہلسنت پاکستان کے بانی تھے۔
- ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے اُمیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے مولانا نے انتخاب میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رُکن منتخب ہُوئے۔
- قیامِ پاکستان سے تا دمِ آخر مولانا ایک مخلص اور محبِ وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت مُلک بھر میں بالخصوص اور دُنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔
- حضرت مولانا محترم تحریکِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلہ سالار تھے۔ آج اِس تحریک کو جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعیٔ جمیلہ بنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔
- صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاءالحق کی قائم کردہ مجلسِ شوریٰ کے معزز رُکن نامزد ہُوئے اور قوانینِ اسلامی کے ترتیب و تشکیل اور تنفیذ کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ علاوہ ازیں وزارتِ امورِ مذہبی کی قائم کمیٹیوں کے رُکن رہے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگرانِ اعلیٰ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے رُکن مقرر ہُوئے۔
- حضرت مولانا قومی سیرت کمیٹی کے بنیادی رُکن رہے۔
- اتحاد بین المسلمین کے لیے مُلک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔
- سولہ مرتبہ سفرِ حج و زیارت اور عُمرہ کی سعادت سے مشرف ہُوئے۔
- ۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ عارضۂ قلب کی شکایت ہُوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز چہار سمت میں صدائے حق بلند کرتے رہے۔
- حضرت مولانا نے کراچی شہر میں اہلِ سنت و جماعت کی طرف سے دس روزہ مجالسِ محرم اور جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس و جلسہ کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔
- تین ہزار سے زائد افراد مولانا مرحوم کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہُوئے۔ اور ہزاروں افراد کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی۔
- حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مُریدین ہزاروں کی تعداد میں دُنیا بھر میں موجود ہیں۔
- حضرت مولانا قبلہ نے جنوبی افریقہ میں انجمن اہلِ سنت و جماعت قائم کی۔
- پاکستان میں سُنی تبلیغی مشن، انجمن محبانِ صحابہ و اہلِ بیت، تنظیم ائمہ و خطبا مساجد اہلسنت اور متعدد ادارے قائم کیے۔
- چالیس برس میں حضرت خطیبِ پاکستان نے اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے سیکڑوں موضوعات پر خطاب کیا جو اب تک ایک عالمی ریکارڈ ہے۔
- ۱۹۷۵ء میں دورانِ سفر، دُوسری مرتبہ دل کا دَورہ پڑا، اسی حالت میں کراچی آئے اور تقریباً چھ ہفتے ہسپتال میں زیرِ علاج رہے۔
- ۱۹۸۳ء میں آخری بیرونِ ملک سفر بھارت کے لیے کیا۔ اپنے دورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی شریف گئے۔
- مارچ ۱۹۸۴ء میں شرق پور شریف گئے اور اپنے پیر و مُرشد کی درگاہ پر حاضری دی جو بقول اُن کی آخری حاضری ثابت ہُوئی۔
- ۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزارِ حبیب میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دَورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراضِ قلب میں داخل ہُوئے۔ تین دن بعد سہ شنبہ، ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ بمطابق ۲۴ اپریل ۱۹۸۴ء کی صبح ۵۵ برس کی عُمر میں اذانِ فجر کے بعد باآوازِ بلند درود و سلام پڑھتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔
- ۲۵ اپریل کو نشتر پارک کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی امامت میں ظہر کی نماز کے بعد لاکھوں افراد نے حضرت خطیبِ پاکستان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اور پیارے کملی والے تاج دارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو کمالِ محبت و احترام سے رخصت کیا۔

اسی سہ پہر مولانا مرحوم مسجد گلزارِ حبیب کے احاطے میں مدفون ہُوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً

۱۴۰۴ (ہجری)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔

جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ کا نام نامی اسم گرامی ہے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور القاب سیّدہ زہرا، بتول طاہرہ وزاکیہ، راضیہ ومرضیہ، عابدہ وزاہدہ ہیں۔

فاطمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اِنَّمَا سَمَّیْتُ اِبْنَتِیْ فَاطِمَۃَ لِاَنَّ اللّٰہَ فَطَمَھَا وَمُحِبِّیْھَا عَنِ النَّارِ (کنز العمال صفحہ ۲۱۹/۶ صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۱)

کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو اور اس کے محبّوں کو دوزخ سے آزاد کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اِنَّ فَاطِمَۃَ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذُرِّیَّتَھَا عَلَی النَّارِ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۵۲/۳)

کہ بے شک فاطمہ پاکدامن ہے اور اللہ تعالٰی نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام فرما دیا ہے۔

زہرا

کلی، نہایت خوبصورت۔ اللہ وتبارک تعالٰی نے آپ کو بہت ہی زیادہ حسن وجمال

عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

كَانَتْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ — کہ سیدہ چودھویں رات کے چاند کی طرح حسین و جمیل تھیں۔

(مستدرک حاکم صفحہ ۱۶۱/۳)

بتول

دُنیا سے بے تعلق۔ چونکہ آپ کی توجہ دُنیا اور اس کے عیش و عشرت کی طرف نہیں بلکہ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی طرف رہی ہے، اس لئے آپ کو بتول کہتے ہیں۔

طاہرہ وزاکیہ

پاک صاف، چونکہ بچپن ہی سے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نظر رحمت اور فیضان صحبت سے آپ کے باطن کا تزکیہ اور آپ کو ظاہری و باطنی طہارت پاکیزگی حاصل ہو چکی تھی اس لئے آپ طاہرہ وزاکیہ کے لقب سے ملقب ہوئیں۔

راضیہ و مرضیہ

چونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالےٰ کی رضا پر راضی رہتی تھیں اس لئے آپ کو راضیہ و مرضیہ کہتے ہیں۔

عابدہ وزاہدہ

آپ کی ساری زندگی زہد و عبادت میں گزری، جیسا کہ آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے، اس لئے آپ کو زاہدہ و عابدہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

ولادت

آپ کی ولادت نبوت کے پہلے سال ہوئی یعنی حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی عمر شریف اس وقت اکتالیس سال کی تھی، باقی تمام اولاد حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی قبل از دعوائے نبوت ہوئی۔ چونکہ آپ کی ولادت زمانۂ نبوت کے انوار و تجلیات میں ہوئی اس لئے آپ کا مرتبہ بناتِ رسول میں سب سے زیادہ ہے۔

بچپن شریف

آپ کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ نہایت پاکیزہ تھا اور ایسا کیونکر نہ ہوتا جب کہ حضور رحمت عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کی آغوشِ رحمت آپ کی تربیت گاہ تھی اور آپ دن رات حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور خدیجۃ الکبریٰ کی زبانِ پاک سے پاکیزہ اقوال اور خدا شناسی کے تذکرے سنتیں اور ان کے مقدس افعال و اعمال کا مشاہدہ کرتیں

والدہ کا انتقال

آپ کی عمر شریف ابھی نو برس ہی کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کی بہترین تربیت فرما کر انتقال فرما گئیں، ان کی وفات کا صدمہ سب سے زیادہ آپ کو اور حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تھا۔

نکاح

جب آپ کی عمر شریف تقریباً ساڑھے پندرہ برس کی ہوئی تو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے آپ کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا۔ حضرت علی کی عمر اس وقت چوبیس سال کے قریب تھی۔ نکاح کے بعد آپ نے پانی دم کر کے دونوں پر اس کے چھینٹے مارے اور فرمایا میں تمہیں اور تمہاری اولاد کو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

(کنز العمال صفحہ ۱۱۳)

فضائل

آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نور نظر، لخت جگر اور آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے پیاری ہیں۔ فاتح خیبر، شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی اہلیہ محترمہ اور حسنین کریمین حضرت حسنؓ و حسینؓ کی والدہ ماجدہ اور سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہیں، پروردگار عالم نے اولاد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا سلسلہ آپ ہی سے جاری فرمایا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَوْنِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (بخاری و مسلم)

کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان اور جنت کی عورتوں کی سردار ہے؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں اپنی اور تمہاری بخشش کی دعا کی درخواست کروں۔ والدہ نے اجازت دی اور میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی، پھر نوافل پڑھے۔ اس کے بعد عشاء کی

نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوکر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا۔ کیا تو حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں!

قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ	فرمایا تجھے کیا حاجت ہے؟ اللہ تجھے
وَلِاُمِّكَ اِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ	اور تیری ماں کو بخشے۔ یہ ایک فرشتہ ہے
قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ اسْتَاذَنَ رَبَّهٗ	جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا
اَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ	اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے میرے
سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ	پاس آکر مجھ کو سلام کرنے کی اجازت لی اور
وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ	مجھے یہ بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ جنت کی

عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(ترمذی و مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
وَسَلَّمَ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ	فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے افضل عورتیں
خَدِيْجَةُ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتِ	خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و مریم
مُحَمَّدٍ وَمَرْيَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ	بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم فرعون
بِنْتِ مُزَاحِمٍ امْرَاَةِ فِرْعَوْنَ	کی بیوی ہیں۔ (الاستیعاب صفحہ ۷۷۲/۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام
وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ اَرْبَعٌ	جہان کی عورتوں میں سے بہتر چار عورتیں ہیں
مَرْيَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ بِنْتِ	مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم و خدیجہ
مُزَاحِمٍ وَخَدِيْجَةُ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ	بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ
وَفَاطِمَةُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ (الاستیعاب صفحہ ۷۷۲/۲)	علیہ وسلم)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يَا بُنَيَّةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنَّكِ سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ؟ قَالَتْ يَا اَبَتِ فَاَيْنَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ؟ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَآءِ عَالَمِكِ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اے بیٹی کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہان کی عورتوں کی سردار ہو؟ سیّدہ نے عرض کیا ابّا جان مریم بنت عمران بھی تو ہیں؟ فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار، تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو' اور خدا کی قسم تمہارا شوہر علی دنیا و آخرت میں سردار ہے۔ (الاستیعاب صفحہ ۷۷۱/۲ حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۲/۲)

کون افضل ہے

حضرت مریم صدّیقہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے؟

بعض نے فرمایا حضرت مریم صدّیقہ افضل ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُن کی شان میں فرمایا ہے وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ اور فرمایا وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ' ثابت ہُوا کہ وہ صدیقہ بھی ہیں اور تمام جہان کی عورتوں پر برگزیدہ بھی ہیں۔

اس کے جواب میں علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ سے مُراد اس زمانے کی عورتیں ہیں جیسا کہ بنی اسرائیل سے فرمایا گیا وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ لہٰذا جس طرح بنی اسرائیل کو ان کے زمانے میں دوسری قوموں پر فضیلت دی گئی تھی۔ اسی طرح حضرت مریم کو اُن کے زمانے کی سب عورتوں پر فوقیت دی گئی۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ارشادِ گرامی سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِكِ وُہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو۔ كَمَا مَرَّ۔ نیز فرمایا:

اربع نسوة سادات عالمهن مريم بنت عمران وآسية بنت مزاحم وخديجه بنت خويلد وفاطمه بنت

چار عورتیں اپنے اپنے زمانے کی سردار ہیں مریم بنت عمران۔ آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) خدیجہ بنت خویلد فاطمہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وافضلھن بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان
عالماً فاطمۃ (درمنثور صفحہ ۲۳ ج ۲، کنز العمال صفحہ ۱۴۲) میں افضل فاطمہ زہرا ہیں۔

بہر صورت یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا حضرت مریم اور حضرت آسیہ سے افضل ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم سیّدہ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے خوب فرماتے ہیں ؎

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز　　　از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

حضرت مریم (علیہا السلام) صرف ایک نسبت یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کی وجہ سے عزیز ہیں مگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا تین نسبتوں کی وجہ سے زیادہ عزیز ہیں۔

نورِ چشم رحمۃ للعالمیں　　　آں امام اوّلین و آخریں

پہلی نسبت یہ کہ وہ اوّلین و آخرین کے امام رحمتِ دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورِ نظر اور لختِ جگر ہیں۔

بانوے آں تاجدار ھَلْ اَتٰی　　　مرتضےٰ مشکل کشا شیرِ خدا

دوسری نسبت یہ ہے کہ وہ تاجدار ہل اتیٰ، مولائے مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیوی ہیں۔

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق　　　مادر آں قافلہ سالار عشق

تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ حضرات حسنین کی والدہ ہیں جو عشق کی پرکار کے مرکز اور عشق کے قافلہ سالار ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ النِّسَآءِ مِنْ اُمَّتِیْ فَاطِمَۃُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ۔ (المستدرک)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں میں بہتر میری بیٹی فاطمہ ہیں۔

حضرت جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔

فَسَاَلْتُ اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَۃُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَتْ زَوْجُھَا! (ترمذی و مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

تو میں نے پوچھا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ (حضرت عائشہ نے) فرمایا فاطمہ پھر میں عرض کیا اور مردوں میں؟ فرمایا ان کے شوہر (علی)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کردہ اس اور اس سے پہلے مذکور شدہ حدیث میں اگر انصاف سے غور کیا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اُمّ المومنین کی یہ روایتیں ان کے عدل و انصاف اور دیانت و صداقت کی بہت بڑی دلیل ہونے کے ساتھ ان کی اور سیّدہ کی گہری محبّت کی علامت ہیں۔ چنانچہ اسی طرح :-

حدیث دیگر آمدہ کہ از فاطمہ پرسیدند کہ از آدمیاں کہ دوست تر بود بر سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، فرمود عائشہ! گفت نداز مرداں؟ فرمودند پدر شریف وے (مدارج النبوت صفحہ $\frac{۴۶۱}{۲}$)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سے پوچھا گیا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ سیّدہ نے فرمایا عائشہ سے انہوں نے کہا اور مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے باپ (صدیق اکبر) سے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

کَانَ اَحَبَّ النِّسَاءِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِیٌّ

کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عورتوں میں سے حضرت فاطمہ اور مردوں میں سے حضرت علی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔

(ترمذی باب المناقب، مستدرک حاکم صفحہ $\frac{۱۵۵}{۳}$)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کَانَ اِذَا سَافَرَ کَانَ اٰخِرَ النَّاسِ عَھْدًا	جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو سب
بِہٖ فَاطِمَۃَ وَاِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ کَانَ	کے بعد اور جب واپس تشریف لاتے تو
اَوَّلُ النَّاسِ بِہٖ عَھْدًا فَاطِمَۃَ رَضِیَ	سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی
اللہ عنھا (المستدرک حاکم صفحہ ۱۵۶/۳)	اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ بِغَضَبِ فَاطِمَۃَ	بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضب ناک
وَیَرْضٰی بِرِضَآءِ ھَا	ہونے سے غضب ناک ہو جاتا ہے اور اسکے

راضی ہونے سے راضی ہو جاتا ہے۔ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۵۴/۳)

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے
وَسَلَّمَ قَالَ فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ	فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے
فَمَنْ اَغْضَبَھَا اَغْضَبَنِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ	اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا اور
یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا	اضطراب میں ڈالتی ہے مجھ کو وہ چیز جو اس

کو اضطراب میں ڈالے اور تکلیف دے۔ (بخاری و مسلم و ترمذی)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی یا ان کی اولاد کی بے ادبی کرے یا ان کو ایذا پہنچائے اس نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا کیونکہ اس کی اس حرکت سے ان کو اذیت ہوگی جو غضب الٰہی کا موجب ہے۔ جس طرح ان کا غضب، غضبِ الٰہی ہے اسی طرح ان کی رضا میں اللہ و رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی رضا ہے چنانچہ حضرت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں تو اس کو چاہیئے کہ وہ میرے اہل بیت کی نیازمندی کرے اور ان کو دوست رکھے۔ (دیلمی)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مولوی قلندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر روز

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی زیارت ہوتی تھی، ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا، اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی۔ مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کیا انہوں نے ایک ولیہ مجذوبہ کا پتہ دیا۔ جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا، سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا شُفْ ھٰذا رَسُوْلُ اللّٰہِ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ پس مولانا نے بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی۔ اس سے پہلے اس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا (امداد المشتاق صفحہ ۱۰۰)

حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

اَلْبُشْرٰی یَا فَاطِمَۃَ الْمَھْدِیْ مِنْکِ (ابن عساکر الفتح الجبیر صفحہ ۱۲/۱)

اے فاطمہ تجھے بشارت ہے کہ امام مہدی تیری اولاد سے ہوں گے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی) فرماتی ہیں کہ حضرت حسن رضی کی ولادت کے وقت میں سیدہ کے پاس تھی اور میں نے دایا کے فرائض انجام دیئے۔ میں نے کوئی خون وغیرہ جو بوقت ولادت نکلتا ہے نہ دیکھا تو یہ کیفیت حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) سے بیان کی۔

فَقَالَ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ فَاطِمَۃَ طَاھِرَۃٌ مُطَھَّرَۃٌ لَا یُرٰی لَھَا دَمًا فِیْ طَمْثٍ۔ (تشریف البشر صفحہ ۱۱، نزہۃ المجالس صفحہ ۲۲۶/۲)

تو آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ فاطمہ طاہرہ و مطہرہ ہے اس کا حیض میں بھی خون نہیں دیکھا گیا۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا رَاَیْتُ اَحَدًا اَشْبَہَ سَمْتًا وَدَلًّا وَھَدْیًا (وَفِیْ رِوَایَۃٍ کَلَامًا وَحَدِیْثًا) بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قِیَامِھَا وَقُعُوْدِھَا مِنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ

میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو بیٹھنے اُٹھنے، چلنے، پھرنے، حسن خلق اور گفتگو میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی بنت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے زیادہ مشابہ ہو۔

وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَاَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهٖ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَّجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَاَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا (ترمذی، المستدرک حاکم صفحہ ۱۶۰ ج۴)

اُمّ المومنین فرماتی ہیں، جب حضرت فاطمہ حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تشریف لاتیں تو آپؐ ان کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ان کو چومتے اور اپنی جگہ پر پیار و محبت سے بٹھاتے، اور جب حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو آپؓ کھڑی ہو جاتیں اور آپؐ کے دستِ مُبارک کو بوسہ دیتیں اور بے حد احترام سے اپنی جگہ بٹھاتیں۔

اِس حدیث سے ثابت ہُوا کہ اگر کوئی بڑا چھوٹے پر شفقت و محبّت فرماتے ہوئے اور چھوٹا بڑے کی تعظیم کرتے ہُوئے کھڑا ہو جائے تو یہ جائز اور حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے ثابت ہے لہذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ اللہ کے سوا کسی اَور کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک ہے، سراسر غلط اور دلیلِ جہالت ہے[۱]

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (الاستیعاب صفحہ ۷۵۲ ج۴)

مَیں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا، اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ وُہ نبی صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بیٹی تھیں۔

نزہتہ المجالس میں روایت ہے کہ جب آیۂ کریمہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا نازل ہوئی تو حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فکرِ اُمّت میں بہت رونے لگے۔ آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر صحابۂ کرام بھی بوجہ غلبۂ محبّت رونے لگ گئے لیکن کسی کو آپؐ کے رونے کا سبب معلوم نہ تھا۔ چونکہ حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انتہائی رنج و غم میں بھی

---

[۱] تفصیل کیلئے سلام و قیام اور مسئلہ میلاد کے موضوع پر میرا رسالہ "برکاتِ میلاد شریف" ملاحظہ فرمائیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے اور آپؐ کا سب رنج و غم دُور ہو جاتا تھا۔ اس لئے بعض صحابہؓ نے یہ تجویز کی کہ کسی طرح سیّدہ کو بلایا جائے، چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ گئے اور تمام ماجرا عرض کر کے خواہش ظاہر کی کہ آپؓ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس تشریف لے چلیں۔ خاتونِ جنت سیدۃ نساءِ العالمین نے اسی وقت اُٹھ کر ایک کمبل اوڑھا جس میں بارہ سے زیادہ پیوند تھے اور چلیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں، کہ میرے دل میں ایک درد سا اُٹھا اور میں روتے ہوئے دل میں یہ کہتا جا رہا تھا کہ کفّار کی بیٹیاں تو زریں لباس پہنیں اور محمّد رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی پیاری بیٹی کے لباس میں اتنے پیوند لگے ہیں۔ جب دربارِ رسالت میں پہنچے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دیکھتے ہی سیّدہ کی مُبارک آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور روتے ہوئے عرض کیا، ابّا جان کس بات نے آپ کو اس قدر رلایا؟ حضُور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت پڑھ کر سنائی جو نازل ہوئی تھی۔ سیّدہ سنتے ہی خوفِ خدا سے اور زیادہ رونے لگیں۔ اور روتے روتے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف توجہ کر کے فرمایا، یا شیخ المہاجرینؓ اللہ نے اپنے نبی پر آیت وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا اتاری ہے تو کیا آپ امّت کے بوڑھوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے علی مرتضیٰ سے فرمایا کیا آپ امّت کے نوجوانوں پر فدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں؟ پھر آپؓ نے حسن و حسین سے فرمایا، کیا تم اُمّت کے بچّوں پر فدا ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے فرمایا میں اُمّت کی عورتوں پر فدا ہوتی ہوں۔

فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ یَقْرِئُکَ السَّلَامُ وَیَقُوْلُ قُلْ بِفَاطِمَۃَ لَا تَحْزَنِیْ فَاِنِّیْ اَفْعَلُ بِاُمَّتِکَ مَا تُحِبُّہٗ فَاطِمَۃُ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۴)	پس جبریل نازل ہوئے اور کہا اے محمّد اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ فاطمہ سے کہیں کہ وہ غم نہ کرے میں تمہاری امّت سے وہی سلوک کروں گا جو فاطمہ چاہے گی۔

حضُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خوش ہو گئے اور سجدۂ شکر بجا لاتے ؎

وہ نور العین وہ لختِ دلِ محبوبِ ربانی — وہ فخرِ ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی
وہ جن کا ایک سجدہ ضامنِ عفوِ خطاکاراں — وہ جن کی جنبشِ لب شافعِ جرمِ گنہ گاراں

زہد و تقویٰ

راہِ خدا میں کفّار سے لڑنا بھی جہاد ہے مگر نفسی خواہشات کی مخالفت کرتے ہوئے محرمات سے بچنا اور صدقِ نیّت کے ساتھ کتاب و سُنّت پر عمل کرنا اور اس پر ثابت قدم رہتے ہوئے طرح طرح کی سختیاں جھیلنا بھی جہادِ اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات) — اور وہ جس نے اپنے نفس کو خواہش بد سے روکا تو اُس کا ٹھکانا جنّت ہی ہے۔

اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہُوا کہ جو نفسانی خواہشات کی پیروی کی بجائے نفس کو قابو میں رکھ کر احکامِ الٰہی کی پیروی کرے اُس کا ٹھکانا سوائے جنّت کے اَور کہیں نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اَلْجِهَادُ اَرْبَعٌ اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْقُ فِيْ مَوَاطِنِ الصَّبْرِ وَشَنَاٰنُ الْفَاسِقِ (الفتح الکبیر صفحہ ۲۰۸/۲) — جہاد چار ہیں: نیکی کرنے کا حکم دینا، بُرائی سے منع کرنا، مقاماتِ مصیبت میں سچائی اختیار کرنا، نافرمان سے نفرت کرنا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

اَفْضَلُ الْجِهَادِ اَنْ يُّجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهٗ وَهَوَاهُ (الفتح الکبیر صفحہ ۲۰۸) — افضل ترین جہاد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس اَور اس کی ناجائز خواہشوں سے جہاد کرے۔

اِس حدیث سے صراحۃً ثابت ہُوا کہ نفس اور اس کی خواہشات سے جہاد کرنا افضل ترین جہاد ہے اسی لئے آپ نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے موقع پر فرمایا تھا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى — کہ ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف

لوٹے ہیں۔

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا نفس کو خدا کی نافرمانی سے باز رکھنا (غنیۃ الطالبین، کیمیائے سعادت)

نفس سے جہاد، جہاد اکبر کیوں ہے؟ اس لئے کہ کفار ظاہری دشمن ہیں اور نفس و شیطان باطنی دشمن۔ کفار سے جہاد کرنے کے لئے قوتِ بازو اور تیر و تلوار کی ضرورت ہے اور نفس و شیطان سے جہاد کرنے کے لئے قوتِ ایمان و عمل کی ضرورت ہے۔ کفار سے کبھی کبھی جہاد کا موقع آتا ہے مگر نفس و شیطان سے ہر وقت جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کے ساتھ جہاد یقیناً بڑا جہاد ہے۔

نفس کے ساتھ جہاد

جہاد کا نتیجہ فتح یا شکست ہے۔ اگر آپ نفس کی خواہشوں کو پورا کرتے ہوئے حرام اختیار کریں تو یہ آپ کی شکست اور نفس کی فتح ہے اور اگر آپ نفس کی خواہشات کو کچل دیں اور حرام کے اختیار سے بچیں تو یہ آپ کی فتح اور نفس کی شکست ہے اور ظاہر ہے کہ کسی دشمن کو جب شکست پر شکست دیتے ہوئے اس کی طاقت و قوت کو کمزور کرتے چلے جائیں تو ایک دن آئے گا کہ دشمن ختم ہو جائے گا یا سر اُٹھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اہل اللہ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ دشمن نفس کی خواہشات کو پامال کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ نفس کو بالکل مار دیتے ہیں اور جب نفس ہی مر گیا تو نفسی خواہشات کہاں ہوں گی۔ پھر تو وہ سراپا روحانیت ہی روحانیت ہو جاتے ہیں ان کے تقاضے پھر نفسانی نہیں روحانی ہوتے ہیں۔ پھر وہ صرف خدا کے طالب ہو جاتے ہیں۔ کسی دوسری چیز کی رغبت ہی نہیں کرتے اور نہ ان کی نظروں میں کسی دوسری چیز کی کوئی وقعت ہی رہتی ہے۔ پھر وہ حلال کی خواہش بھی نہیں کرتے، حلال چیزوں کا دروازہ بھی اپنے اُوپر بند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میں حرام کے اختیار کے خوف سے ستر بار اپنا ہاتھ حلال سے کھینچتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ شہنشاہ کونین ہونے کے باوجود نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فقر وفاقہ اختیار فرمایا اور دنیا کی چیزوں کی رغبت نہیں فرمائی اور یہی حال آپ کے غلاموں اور خداموں کا رہا ہے اور چونکہ آپ کو اپنی پیاری بیٹی سیّدہ فاطمۃ الزہرا ؓ سے خاص محبت تھی اس لئے جو کچھ آپ نے اپنے لئے پسند فرمایا وہی کچھ بیٹی کے لئے پسند فرمایا چنانچہ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سیّدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ سیّدہ نے اپنے گلے میں سے ایک سونے کی زنجیر اتاری اور حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دکھا کر عرض کی۔ اباجان! یہ ابوالحسن (علی) نے مجھ کو تحفہ دیا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا فَاطِمَۃُ اَیُسُرُّكِ اَنْ یَّقُوْلَ النَّاسُ فَاطِمَۃُ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَفِیْ یَدِكِ سِلْسِلَۃٌ مِّنْ نَارٍ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَقْعُدْ نَعَمِدَتْ فَاطِمَۃُ اِلَی السِّلْسِلَۃِ فَاشْتَرَتْ بِھَا غُلَامًا فَاَعْتَقَتْہُ فَبَلَغَ ذَالِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّٰی فَاطِمَۃَ مِنَ النَّارِ (مستدرک حاکم صفحہ ۱۵۲/۳)

تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا، اے فاطمہ کیا تجھے یہ اچھا لگتا ہے کہ لوگ کہیں کہ فاطمہ بنت محمدؐ کے ہاتھوں میں جہنم کی زنجیر ہے؟ یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے اور وہاں نہ بیٹھے۔ فاطمہ نے اسی وقت اس زنجیر کو بیچ دیا، جو قیمت ملی اس سے ایک غلام خرید کر راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو جب یہ خبر پہنچی تو فرمایا، سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے فاطمہ کو دوزخ سے نجات دی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے کہا کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینے میں درد ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بہت سے قیدی تمہارے باپ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے پاس بھیج دیئے ہیں ایک لونڈی ہی مانگ لاؤ۔ سیدہ ؓ نے کہا کہ خدا کی قسم چکی چلاتے چلاتے اور جَو پیستے ہوئے میرے ہاتھوں میں بھی

چھالے پڑ گئے ہیں اور مجھے گھر کا سارا کام خود کرنا پڑتا ہے، چنانچہ سیّدہ گئیں اتفاق سے حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اس وقت گھر میں تشریف فرما نہیں تھے تو وہ اپنا مقصود اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بیان کر کے واپس آ گئیں۔ جب حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے تو اُمّ المؤمنین نے سیّدہ کا آنا اور لونڈی کا طلب کرنا بیان کیا۔ اُسی وقت حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سیّدہ کے مکان پر تشریف لائے۔

وَقَالَ اَلَا اَدُلُّکُمَا عَلٰی خَیْرٍ مِّمَّا سَاَلْتُمَانِیْ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَکُمَا اَوْ اَوَیْتُمَا اِلٰی فِرَاشِکُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَکَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمَا مِنْ خَادِمٍ (بخاری و زرقانی علی المواہب)

اور فرمایا کیا تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہو جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں ارشاد ہو! فرمایا رات کو سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللهِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ مرتبہ اللهُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ سیّدہ فاطمہؓ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئیں۔

فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّیْ وَابْنُ عَمِّیْ مَا لَنَا فِرَاشٌ اِلَّا جِلْدُ کَبْشٍ نَنَامُ عَلَیْہِ بِاللَّیْلِ وَنَعْلِفُ عَلَیْہِ نَاضِحَنَا بِالنَّھَارِ فَقَالَ یَا بُنَیَّۃُ اِصْبِرِیْ فَاِنَّ مُوْسٰی ابْنَ عِمْرَانَ اَقَامَ مَعَ اِمْرَاَتِہٖ عَشَرَ سِنِیْنَ مَا لَھُمَا فِرَاشٌ اِلَّا عَبَاءَۃٌ قُطْوَانِیَّۃٌ (زرقانی علی المواہب)

اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس کوئی بچھونا تک نہیں ہے سوائے ایک مینڈھے کی کھال کے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اسی میں اپنے اونٹ کو چارہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو موسیٰ بن عمرانؑ نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس اس طرح گزارے تھے کہ اُن کے واسطے کوئی بچھونا وغیرہ نہ تھا سوائے ایک چادر کے جو چھوٹی سی تھی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمْ صبح کے وقت سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا دروازے پر پہنچ کر فرمایا، السلام علیکم بیٹی، ایک شخص میرے ساتھ ہے، ہم اندر آجائیں؟ سیدہ نے کہا یا رسول اللہ میرے بدن پر ایک پرانی کملی کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں ہے اور اس سے سارا بدن نہیں چھپتا۔ آپ نے اپنی پرانی چادر ان کی طرف پھینک دی جس سے انہوں نے اپنا بدن چھپایا۔ پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ فرمایا، بیٹی کیا حال ہے؟ عرض کیا اباجان! کل سے کچھ نہیں کھایا، فاقے سے ہوں بھوک نے بہت تنگ کیا ہے۔ یہ سن کر آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا بیٹی تین دن سے میں نے خود کچھ نہیں کھایا۔ حالانکہ میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں اور اس کے نزدیک تجھ سے زیادہ مکرم ہوں اور اگر میں اس سے سوال کروں تو وہ مجھے ضرور کھلائے لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دے کر خود فقر و فاقہ اختیار کیا ہے۔

ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدِہٖ عَلٰی مَنْکِبَیْھَا وَقَالَ اَبْشِرِیْ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ زَوَّجْتُكِ سَیِّدًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاقْنَعِیْ بِابْنِ عَمِّكِ فَاِنَّكِ سَیِّدَۃُ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (کیمیائے سعادت، حلیۃ الاولیاء) نزہتہ المجالس صفحہ ۱۷۵/۲)

پھر آپ نے اپنا دست مبارک سیدہؓ کے کاندھوں پر رکھ کر فرمایا کہ بیٹی تو خوش رہ کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور تیرا نکاح میں نے اس سے کیا ہے جو دنیا و آخرت میں سردار ہے پس تو اپنے شوہر کے ہمراہ صبر و شکر کے ساتھ) قناعت کر!

فقر و فاقہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا، جو شخص بہ نیت اجر بھوکا رہے گا قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا (کنز العمال)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا بہشت کا دروازہ برابر کھٹکھٹاتی رہا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بہشت کا دروازہ کاہے سے کھٹکھٹائیں؟ فرمایا بھوک اور پیاس سے (کیمیائے سعادت)

حضرت جحیفہ کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے سامنے ڈکار آئی، آپ نے فرمایا اس ڈکار کو دور رکھ اس لئے کہ جو اس جہان میں بہت سیر ہے وہ اس جہان میں بہت بھوکا ہوگا۔ (کیمیائے سعادت)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا کہ تم بھوکے اور پیاسے رہ کر اپنے ساتھ جہاد کیا کرو کیونکہ اس کا ثواب کفّار کے ساتھ جہاد کرنے کے برابر ہے (کیمیائے سعادت)

صحابہ کرام نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے پوچھا یا رسول اللہ افضل ترین شخص کون ہے؟ فرمایا جو تھوڑا کھائے، تھوڑا سوئے، تھوڑا پہنے اور تھوڑے کپڑے پر قناعت کرے، اور تفکر کرے۔ (کیمیائے سعادت)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ وَاللهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ فَقَالَ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ؟ قَالَ وَاللهِ اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ! قَالَ اِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا فَاِنَّ الْفَقْرَ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِيْ (ترمذی شریف)

یا رسول اللہ خدا کی قسم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں۔ فرمایا دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ کہا خدا کی قسم واقعی میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہا، فرمایا اگر تو واقعی مجھ کو محبوب رکھتا ہے تو فقر و فاقہ کے لئے تیار ہو جاؤ کیونکہ جو مجھ کو محبوب رکھتا ہے فقر و فاقہ بہت جلد اس کی طرف آتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے گھر میں تین دن برابر گیہوں کی روٹی کسی نے نہیں کھائی (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی راتیں بھوکے ہی گزارتے تھے اور جب کبھی کھاتے تو جو کی روٹی ہوتی۔ (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے کبھی شکم سیر ہو کر

نہیں کھایا اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا، فرماتی ہیں میں بعض مرتبہ آپ کے فاقے کی حالت کو دیکھ کر رونے لگ جاتی۔

وَاَمْسَحُ بِیَدِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ مِمَّابِہٖ مِنَ الْجُوْعِ وَاَقُوْلُ نَفْسِیْ لَكَ فِدَاءٌ لَوْ تَبَلَّغْتَ مِنَ الدُّنْیَا بِمَا یَقُوْتُكَ فَیَقُوْلُ یَا عَائِشَۃُ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا اَخَوَانِیْ مِنْ اُولِی الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ صَبَرُوْا عَلٰی مَا ھُوَ اَشَدُّ مِنْ ھٰذَا (شفا شریف)

اور اپنا ہاتھ آپ کے پیٹ پر پھیرا کرتی (جو فاقہ سے دبا ہوا ہوتا) اور کہا کرتی کہ میری جان آپ پر فدا ہو دنیا میں سے اتنا ہی قبول فرما لیجیے جو جسمی توانائی کے قائم رکھنے کو کافی ہو تو جواب میں فرماتے عائشہ مجھے دنیا سے کیا کام میرے بھائی اولوالعزم رسول تو اس سے بھی زیادہ سخت حالت میں صبر کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور جبریل امین مکہ معظمہ میں کوہِ صفا پر تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جبریل امین سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، شام کو آلِ محمد کے پاس ایک مٹھی آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتا۔ یہ کلام پورا ہونے بھی نہیں پایا تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز آئی۔ فرمایا، جبریل یہ کیا ہے؟ عرض کیا اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا کہ جو آپ نے کلام فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور آپ کے پاس مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے کہ میں یہ کنجیاں آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، چاندی اور سونا بنا دوں اگر آپ اس پر راضی ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں، آپکو اختیار دیا ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے۔ آپ نے فرمایا۔ میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا اور اس فقر و فاقہ کو غنا پر ترجیح دی اور پھر جس صبر و شکر کے ساتھ آپ نے اور آپ کی ازواجِ مطہرات و اہلِ بیت اطہار نے گزران کی اسکی مثال نہیں ملتی چنانچہ چند درج ذیل روایات

اس کی روشن دلیل ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، اس وقت ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کا چہرہ دیکھ کر پہچان گئے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے آپ نے اپنا دستِ مبارک ان کے گلے کے نیچے جہاں ہار ہوتا ہے رکھ کر انگلیوں کو کشادہ کیا اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ مُشْبِعَ الْجَاعَةِ وَرَافِعَ الْوَضِیْعَةِ اِرْفَعْ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ قَالَ عِمْرَانُ فَنَظَرْتُ اِلَیْھَا وَقَدْ ذَھَبَتِ الصُّفْرَةُ مِنْ وَّجْھِھَا فَلَقِیْتُھَا بَعْدَ فَسَاَلْتُھَا فَقَالَتْ مَا جِعْتُ بَعْدُ یَا عِمْرَانُ! (بیہقی، خصائص کبریٰ)

اے اللہ بھوکوں کو سیراب اور پست کو بلند کرنے والے فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند کر۔ عمران فرماتے ہیں۔ میں نے سیدہ کو دیکھا کہ بھوک کے آثار ان کے چہرے سے جاتے رہے کچھ عرصہ بعد میں سیدہ سے ملا اور پوچھا تو فرمایا اے عمران اس کے بعد مجھے بھوک سے کبھی اذیت نہیں ہوئی۔

امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم سب کو ایک وقت کے بعد کھانا میسر ہوا۔ والد بزرگوار میں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کھا چکے تھے، والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابھی کھانا تھا کہ دروازے پر آکر ایک سائل نے آکر یوں سوال کیا، رسول اللہ کی بیٹی پر سلام ہو۔ میں دو وقت کا بھوکا ہوں، مجھے کھانا دو، یہ سن کر والدہ ماجدہ نے مجھ سے فرمایا جاؤ یہ کھانا اس سائل کو دے آؤ، مجھے تو ایک وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)

محدث ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئی قمیص سیدہ کو جہیز میں دی تھی، کچھ عرصے کے بعد ایک سائل نے سیدہ کے دروازے پر آکر سوال کیا، اے نبی کے گھر والو میں محتاج ہوں، کوئی پھٹا پرانا کپڑا ہو تو مجھ کو دے دو! سیدہ کے پاس اس وقت ایک پرانی قمیص تھی، فرماتی ہیں جب اس کے دینے کا

ارادہ کیا تو فوراً یہ آیۂ مبارکہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ یاد آئی۔ اللہ فرماتا ہے کہ تم نیکی کے اعلیٰ درجے کو نہیں پہنچ سکو گے۔ جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ دو گے۔ فوراً پرانی قمیص رکھ دی اور نئی نکال کر سائل کو دے دی۔ (نزہتہ المجالس)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص نے بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر یوں گستاخی کی، اے محمد کیا تو ہی وہ جادو گر ہے جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس کے وجود کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، خدا کی قسم اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری قوم مجھ سے ناراض ہو جائے گی تو میں اس تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر چاہا کہ اس بے ادبی اور گستاخی کا جواب دیا جائے مگر سید المرسلین رحمۃ للعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے روک دیا اور اس شخص سے فرمایا کہ تو آخرت کے عذاب سے ڈر اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھا، بتوں کی پوجا چھوڑ دے اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی پوجا و پرستش کر۔ میں جادو گر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ آپ کے حسنِ خلق اور اس پُر تاثیر کلام کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ قاتلانہ جذبات رکھنے والا بُت پرست کافر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اس کو قرآن کی چند آیتیں سکھا دو۔ جب وہ سیکھ چکا تو فرمایا تیرے پاس کس قدر مال ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ خدا کی قسم قبیلہ بنی سلیم میں چار ہزار آدمی ہیں لیکن مجھ سے زیادہ ان میں کوئی فقیر نہیں ہے۔ آپ نے صحابہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، تم میں کوئی ایسا ہے جو اس کو ایک اونٹ خرید کر دے دے اللہ تعالیٰ اس کو بہتر بدلہ دے گا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے وہ میں اس کو دے دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کون ہے جو اس کا سر ڈھانپ دے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی دستارِ مبارک اتار کر اس کے سر پر رکھ دی، پھر فرمایا کون ہے جو اس کے کھانے کا اس وقت انتظام کر دے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور چند مکانوں پر گئے۔ لیکن اتفاق سے کچھ نہ ملا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر حاضر ہو کر دروازہ کھٹکھٹایا، سیدہ نے فرمایا کون ہے؟

عرض کیا میں سلمان فارسی ہوں، فرمایا کیسے آئے ہو حضرت سلمان نے سارا ماجرا سُنایا۔
سیّدہ سن کر آبدیدہ ہوگئیں اور فرمایا اے سلمان اس خدا کی قسم جس نے میرے باپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آج تیسرا دن ہے کہ ہم سب فاقے سے ہیں لیکن تم دروازے پر آ گئے ہو خالی کیسے واپس کروں، جاؤ یہ چادر لے جاؤ اور شمعون یہودی کے پاس جا کر کہو کہ فاطمہ بنت محمدؐ کی یہ چادر رکھ لو اور تھوڑے سے جو قرض دے دو حضرت سلمان اس چادر کو لے کر شمعون کے پاس آئے اور سارا حال بیان کیا۔ شمعون کچھ دیر تک اس روائے مبارک کو دیکھتا رہا معاً اس پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور کہنے لگا، اے سلمان واللہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ میں دی ہے میں صدقِ دل سے حضرت فاطمہؓ کے باپ محمدؐ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر ایمان لاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے کلمۂ توحید پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت سلمان کو جو دیئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ ردائے مبارک واپس کر دی۔ سیدہؓ نے شمعون کو دعائے خیر دی اور جو پیس کر کھانا تیار کر کے حضرت سلمان کو دے دیا۔ حضرت سلمان نے عرض کیا کہ اس میں سے کچھ بچوں کے لئے رکھ لیجئے، فرمایا، بس خدا کی راہ میں دینے کی نیّت سے منگوایا اور پکایا ہے اب اس میں سے لینا درست نہیں۔ حضرت سلمان وہ روٹی لے کر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا سُنایا۔
آپ نے وہ روٹی اس نومسلم کو عطا فرمادی اور اپنی نور نظر لختِ جگر سیّدہ فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ بھوک کی وجہ ان کا چہرہ زرد ہو رہا ہے اور ضعف کے آثار نمایاں ہیں آپ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ کو اپنے پاس بٹھا کر تسکین دی اور آسمان کی طرف رُخ انور کر کے کہا، اے اللہ فاطمہ تیری باندی ہے اس سے راضی رہنا (سیرت فاطمہ)
ایک مرتبہ سیّدہؓ روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لئے ہوئے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا میں نے ایک روٹی پکائی تھی، جی نہیں چاہا کہ آپ کے بغیر کھالوں، فرمایا بیٹی یہ پہلا کھانا ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں جائے گا (کیمیائے سعادت)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سیدہ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رکھتیں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب نماز کے لئے تشریف لاتے اور راستے میں سیدہ کے مکان پر سے گزرتے اور گھر سے چکی کے چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد و محبت کے ساتھ بارگاہ ربّ العزت میں دعا کرتے یا ارحم الراحمین! فاطمہ کو ریاضت و قناعت کی جزائے خیر عطا فرما اور اُسے حالت فقر میں ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرما (سیرت فاطمہ)

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مرتبہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؓ کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت اور اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری اور نہایت عاجزی سے التجا و دعا کرتے دیکھا ہے مگر میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ دعا میں اپنے واسطے کوئی درخواست کی ہو بلکہ آپ کی تمام دعائیں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت کی بخشش اور بھلائی کے لئے ہوتیں (مدارج النبوت)

؎ وہ شب بیدار وہ صرفِ رکوع و سجدۂ پیہم
وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمتِ عالم

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے سیدہ فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حسنین کریمین سو رہے تھے اور آپ ان کو پنکھا کر رہی تھیں اور زبان سے کلام الٰہی کی تلاوت جاری تھی۔ یہ دیکھ کر مجھ پر ایک خاص حالت رقت طاری ہوئی۔

حضرت اُمّ ایمنؓ فرماتی ہیں کہ رمضان شریف کا مہینہ دوپہر کا وقت تھا۔ نہایت شدّت کی گرمی پڑ رہی تھی میں حضرت فاطمہ کے مکان پر حاضر ہوئی، دروازہ بند تھا اور چکی کے چلنے کی آواز آ رہی تھی میں نے روزن در سے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکی کے پاس زمین پر سو رہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور پاس ہی حسنین کا گہوارہ بھی خود بخود ہل رہا تھا، یہ دیکھ کر میں نہایت حیران و متعجب ہوئی اور اُسی وقت حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اس شدّت کی

گرمی میں فاطمہ روزے سے ہے، پروردگار عالم نے فاطمہ پر نیند غالب کر دی تاکہ اس کو گرمی کی شدت اور تشنگی محسوس نہ ہو اور ملائکہ کو حکم دے دیا کہ وہ فاطمہ کے کام سرانجام دیں۔

وہ خاتونِ جناں معصوم حوریں باندیاں جنکی
ملک جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جنکی

مسلمان خواتین کو سیدہ فاطمہؓ کے مقدس حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کس قدر افسوس ہے ان خواتین پر جو باوجود اس قدر راحتوں کے میسر ہونے کے پھر بھی شکوہ و شکایت کرتی ہیں اور اپنے فرائض سے غافل رہتی ہیں اور نماز تک نہیں پڑھتیں۔ اے کاش وہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ مبارکہ سے سبق حاصل کریں اور دنیا و آخرت میں بے شمار رحمت و برکت اور اجر و ثواب کی مستحق بنیں۔ مسلمان خواتین کو یہ جان لینا چاہیئے کہ ان کی نجات سیدہ کے اتباع اور اسلامی احکام کی پابندی کرنے میں ہے۔

شرم وحیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا :۔

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ (ترمذی، احمد مشکوۃ صفحہ ۴۳۱)

حیا ایمان کا ایک جزو ہے اور ایماندار جنت میں جائے گا اور بے حیائی بدی ہے اور بدکار دوزخ میں جائے گا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا :

اَلْحَیَاءُ وَالْاِیْمَانُ قُرَنَاءُ جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ (بیہقی مشکوۃ صفحہ ۴۳۲)

حیا و ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں جب ان دونوں میں سے ایک اٹھا لیا جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا یہ بات انبیائے سابقین کے کلام میں سے ہے۔

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِیْ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (بخاری شریف)

کہ جب تو نے شرم وحیا نہیں کی تو اب جو تیرا دِل چاہے کر۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک وصف یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے۔

کنواری لڑکیوں کی شرم وحیا مشہور تھی، چنانچہ لوگ مثال دیا کرتے تھے کہ فلاں تو کنواری لڑکیوں کی طرح شرماتا ہے لیکن آج کل اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی کنواری

لڑکیاں اور لڑکے جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں (الاماشاءاللہ) نامعلوم مسلمان قوم غیرت و شرافت اور شرم و حیا کو چھوڑ کر کیوں بے غیرت اور بے حیا ہوتی جارہی ہے ۔

ہوا مسموم ہوتی جا رہی ہے　　فضا مغموم ہوتی جا رہی ہے
ستم ہے بنت مسلم کی نظر سے　　حیا معدوم ہوتی جا رہی ہے

حقیقت میں یہ ساری خرابی سینما، بے پردگی اور آج کل کی تعلیم کی ہے، کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کی مقدس زندگیوں کے حالات کی بجائے ہمارے پیش نظر عشقیہ لغو افسانے اور فلمی ستاروں کے حالات ہیں ۔ اسکولوں اور کالجوں میں ڈرامے، ناچ اور گانا وغیرہ بھی سکھایا جاتا ہے ۔ ان چیزوں کے تاثرات کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے ہیں خدا کرے کہ مسلمان بچے اور بچیاں بے سود ناولوں اور افسانوں کی بجائے کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے پاکیزہ حالات زندگی کا مطالعہ کریں اور والدین کو بھی اپنی اولاد کو دینی تعلیم دلانے کا شوق ہو ۔ آمین ثم آمین !

بدقسمتی سے مسلمانوں میں چند افراد ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ قرآن و سنت میں کہیں پردے وغیرہ کا ثبوت نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی ضروری ہے کیونکہ اس سے صحت خراب ہو جاتی ہے اور عورتیں بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں ۔ پردہ ایک قسم کی قید اور حبس بے جا ہے ۔ مانع تعلیم و ترقی ہے وغیرہ وغیرہ ۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پردے کے متعلق بھی چند عقلی و نقلی دلائل ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں ۔

بلاشبہ یہ تمام خیالات یورپ کی طرزِ زندگی پر فریفتہ ہو جانے کا نتیجہ ہیں اور اسی کا نام دین فراموشی اور نفس پرستی ہے ۔ فرنگی اقوام کی رنگ رلیاں دیکھ کر گم راہ نفس چاہتا ہے کہ اسی طرح کی رنگ رلیاں منائی جائیں اور نفسانی لطف و سرور حاصل کیا جائے باقی تعلیم و ترقی کے سب بہانے ہیں ۔ ورنہ اسلامی پردہ نہ مانع ترقی و تعلیم ہے اور نہ باعثِ خرابی صحت، یہ ایک وہم اور غلط خیال ہے ۔ ایک زمانہ وہ تھا جب کہ مسلمان تمام

دُنیا میں عزت و برتری کے واحد مالک تھے۔ ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی ساری اقوام سے آگے آگے تھے۔ اِسلامی پردہ اس وقت بھی موجود تھا، اس زمانے کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ بلاشبہ ان کے علمی اور مجاہدانہ کارنامے لائق صد تحسین اور مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر ہیں[1]۔ ان خواتین اسلام نے کبھی یہ نہ چاہا کہ ہمیں پردے سے آزادی ملنی چاہیئے کیونکہ یہ مانع ترقی اور باعث خرابیٔ صحت ہے اور نہ اس وقت کے غیور اَور بہادر مُسلمانوں کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہُوا کہ پردہ مانع ترقی اور باعث خرابیٔ صحت ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم مُسلمانوں نے کتاب و سُنّت کو پڑھنا اور ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا، اللہ اور اس کے رسُول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے مُنہ موڑ بیٹھے تو ہم سے سربلندیاں چھین لی گئیں اَور ہم پستی و تنزل کی گہرائیوں میں جا گرے۔ اگر پردے کو مانع ترقی قرار دیا جائے تو پھر قرون اولیٰ کے مسلمان جو پردۂ نسواں کے سختی سے پابند تھے کیوں کر ترقی کر گئے تھے؟ حقیقتاً ہمارے تنزل کا باعث پردہ نہیں بلکہ بے پردگی اَور ترکِ مذہب ہَے۔

پردہ کیوں ضرُوری ہَے

یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ موزوں اور متناسب اور حسین و جمیل اَشیاء کی طرف قلوب و نفوس کا میلان ایک طبعی امر ہے، یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پسند کر لیتا ہے تو پھر اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اسی واسطے ہر دکان دار اپنی حسین و جمیل اشیاء کا برسر بازار مظاہرہ کرتا ہَے تاکہ لوگوں کی نظر ان پر پڑے اور وہ ان کی خوبیوں سے مطلع ہو کر ان کو حاصل کریں۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ان کو چھپا کر رکھ چھوڑا اور کسی کی نظر ان پر نہ پڑی تو کسی کے دل میں ان کے حصول کا جذبہ پیدا نہیں ہو گا کیونکہ حصول کا جذبہ تو دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہوتا ہَے جب آپ اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں تو انصاف سے بتایئے کہ اگر ایک حسین و جمیل جوان عورت اپنے حسن و جمال زینت و آرائش کے ساتھ بے حجاب لوگوں

---

[1] خواتین اسلام کے موضوع پر تفصیل کے لیے میری کتاب "مُسلمان خاتون" ملاحظہ فرمائیں۔

کے سامنے آئے گی تو جو لوگ شہوات نفسانی رکھتے ہیں اور وہ منجانب اللہ معصوم و محفوظ بھی نہیں ہیں، کیا وہ متاثر نہیں ہوں گے اور کیا ان کے جذبات میں ایک تحریک پیدا نہیں ہوگی؟ ہوگی اور ضرور ہوگی، پھر وہ چاہیں گے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے جذبات کی آگ کو بجھائیں اور کچھ نہیں تو قصداً بار بار نظر کرکے لطف اندوز ہوں گے، اور پھر یہی لطف اندوزی ایک عادت بن جائے گی جو آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ و فساد کا موجب بنے گی۔ خدا کی قسم ہماری عزت و آبرو کی حفاظت اسی میں ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول برحق صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے مقدس ارشادات پر عمل پیرا ہو کر پردے کی پابندی کریں اور کروائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ (النور)

میرے حبیب مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں۔ مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

فتنہ و فساد اور بے حیائی کی ابتداء بدنظری سے ہی ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اسی دروازے کو بند فرمایا، مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر حکم دے دیا کہ وہ اپنی نگاہوں کو پست اور غیروں کی دید سے باز رکھیں اور اپنی شہوات کو اپنے قابو میں رکھیں، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرد اور عورتیں ہر وقت نیچے ہی دیکھتے رہیں اور کبھی اوپر نہ دیکھیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے حسن و

جمال اور زینت و آرائش سے متاثر اور لطف اندوز ہو کر ایک دوسرے کی طرف میلان نہ کریں کہ یہ فتنہ کا موجب ہے۔ اسی واسطے وہ پہلی نظر جو اچانک بلا قصد و ارادہ پڑ جاتی ہے معاف ہے بشرطیکہ اس کو فوراً واپس پھیر لیا جائے کیونکہ وہ ان تاثرات سے مبرّا ہوگی، ہاں وہ دوسری نظر جو قصد و ارادہ سے ڈالے ناجائز ہوگی، کیونکہ اس کے اندر خواہش نفس کا ضرور دخل ہوگا۔

علاج و معالجہ کے موقع پر طبیب کا اجنبیہ مریضہ اور اس کے جسم کے کسی حصّے کو دیکھنا یا کوئی اجنبیہ جو ڈوب رہی ہو یا اس کی جان یا عزت و آبرو کسی خطرے میں ہو تو اُس کو بچاتے وقت اس کے چہرے پر، اس کے ستر وغیرہ پہ نظر پڑ جائے تو یہ مستثنیٰ ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا، کہ عورت کے لئے کون سی چیز بہتر ہے، تمام صحابہؓ خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اسی وقت سیدہ فاطمہ کے پاس آیا اور آکر پوچھا۔

اَیُّ شَیْءٍ خَیْرٌ لِّلنِّسَاءِ قَالَتْ	کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر
لَا یَرَیْنَ الرِّجَالَ وَلَا یَرَوْنَهُنَّ فَذَکَرْتُ	کیا چیز ہے، سیّدہ نے فرمایا کہ نہ وہ مردوں
لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ	کو دیکھیں اور نہ مرد ان کو دیکھیں فرماتے
فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مِّنِّی (بزار۔ دار قطنی)	ہیں میں نے سیّدہ کا جواب حضور صَلَّی اللّٰہُ

عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے اس فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خوب سمجھی ہیں اور ان کا جواب بالکل درست ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا آخر وہ میرا جزو بدن تو ہیں، نگاہوں کو نیچے رکھنے کا حکم تو مرد و عورت دونوں کے لئے تھا، اس کے بعد بالخصوص عورتوں کو چہرہ چھپانے کا حکم دیا، ارشاد ہوتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ	اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اپنی
وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ	بیویوں اور بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے
عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَنْ	فرما دیجئے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصّہ

يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۔ (الاحزاب ۵۹) اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے عہد مبارک میں شہر کے اندر اکثر مکانوں میں بیت الخلاء وغیرہ نہیں ہوتا تھا، اس لئے شرفاء کی عورتوں کو بھی لونڈیوں کی طرح قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر جانا پڑتا تھا، بدکردار لوگ اُن کا پیچھا کرتے اور اُن سے ہنسی مذاق کیا کرتے جب ان سے کہا جاتا کہ تم شرفازادیوں کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہو، وہ کہتے یہ تو لونڈیاں ہیں۔ شرفا زادیاں تھوڑا ہی ہیں، ورنہ ہماری کیا مجال ہے، اس پر یہ آیت اتری کہ اے محبوب اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ چادروں یا برقعوں سے اپنے سروں اور چہروں کو چھپا کر نکلیں، تاکہ لباس سے ان کے اور لونڈیوں کے درمیان امتیاز ہو جائے اور لوگ پہچان لیں کہ یہ شرفا زادیاں ہیں، لونڈیاں نہیں، پھر بدکار لوگ ان کا پیچھا وغیرہ نہیں کیا کریں گے اور اس طرح وہ بدکاروں کی اذیت سے محفوظ رہیں گی۔

جسم انسانی میں چونکہ سب سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ مقام چہرہ ہوتا ہے اور چہرہ دیکھ کر ہی قلبی میلان ہوتا ہے اس لئے چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا تاکہ نہ کسی کی نظر پڑے اور نہ قلبی میلان ہو۔

گھروں میں عام طور پر عورتیں بے تکلفی سے رہتی ہیں کیونکہ گھر میں کوئی غیر محرم نہیں ہوتا اس لئے اجنبی لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ کسی دوسرے کے گھر بغیر اجازت نہ جائیں۔ فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۔ (القرآن)

اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

اور اگر کوئی ایسا موقع پیش آجائے کہ غیر محرم عورت سے کچھ پوچھنا ہو یا کچھ لینا ہو تو فرمایا:۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (احزاب)

اور جب تم ان (عورتوں) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

کیونکہ اس طرح تمہاری نظر ان کے چہرے اور حسن و جمال اور زینت و آرائش پر نہیں پڑے گی اور اُن کی نظر تم پر نہیں پڑے گی اور مفاسد کے دروازے نہیں کھلیں گے اور قلوب ناپاک جذبات سے پاک رہیں گے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے کسی بچے کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا (فتح القدیر) حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہٗ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے خادم خاص تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے، پھر بھی سیّدہ نے ان سے پردہ فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں، اللہ تعالےٰ کے ارشاد مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اور سیّدہ کے مبارک اور پاکیزہ عمل سے معلوم ہُوا کہ روبرو ہونا فتنہ کا موجب ہوسکتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ بوقتِ ضرورت اجنبی مرد، عورتوں سے کوئی چیز وغیرہ لے سکتے اور گفتگو بھی کرسکتے ہیں اور عورتوں کو بوقتِ ضرورت ان سے گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔ مگر اس میں یہ شرط ہے فرمایا:-

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ۔ (الاحزاب)

تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔

چونکہ عورت کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت و حلاوت ہوتی ہے جو اثر کیے بغیر نہیں رہتی اس لئے اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں سے جب گفتگو کرو تو نرم و نازک اور شیریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے سختی اور روکھا پن پیدا کرو تاکہ کوئی بدباطن غلط فہمی کا شکار ہو کر تم سے کوئی غلط اُمید نہ وابستہ کرے،

اہلِ انصاف سے توقع ہے کہ وہ ان چند سطور کو پڑھ کر پردے کی اہمیت کو سمجھیں گے اور جان لیں گے کہ ہماری عزّت و آبرو کا تحفظ اِسلامی پردے ہی میں ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اندر یہ وصفِ جمیل خاص طور پر تھا کہ آپ پردے کی سخت پابند اور شرم و حیا کا مجسّمہ تھیں، آپ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر محرم کو دیکھیں اور نہ کوئی غیر محرم اُن کو دیکھے (کما مرّ)

آپ فرمایا کرتی تھیں کہ عورتیں بغیر کسی اشد ضرورت کے دوسری عورتوں کو ننگے بدن نہ دیکھا کریں، اگر کوئی عورت کسی دوسری عورت کو ننگے بدن دیکھ لے تو اس کے بدن کی ساخت اور اس کے متناسب اعضاء کی تعریف اپنے شوہر کے سامنے نہ کرے۔

(سیرتِ فاطمہ)

آپ کی شرم و حیا کا لحاظ اور پاس خداوند ستار کو بھی ہے چنانچہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:-

كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِّنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ يَا اَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ حَتّٰى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمُرُّ مَعَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ جَارِيَةٍ مِّنْ حُوْرِ الْعِيْنِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ (مستدرک حاکم و نزہۃ المجالس)

قیامت کے دن ایک ندا کرنے والا پردے میں سے ندا کرے گا کہ اے حشر کے میدان میں جمع ہونے والو اپنی نگاہیں جھکا لو یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گزر جائیں چنانچہ آپ ستر ہزار باندیوں کے ساتھ جو حوریں ہوں گی بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

اللہ تعالےٰ مسلمان خواتین کو سیّدہ رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے اور پردے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اگر پندے ز درویشے پزیری ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر کہ در آغوشِ شبیرے بگیری

(اقبال)

صبر و رضا

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ — اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

(۲) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ — تم تو صبر کرو جیسا ہمت والے رسُولوں نے صبر کیا۔

(۳) فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا — تو تم اچھی طرح صبر کرو

(۴) وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا — اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

(۵) وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ۔ — اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

صبر کا اجر دُنیا میں

(۶) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ — بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہُوا کہ صابروں کو دُنیا میں اللہ کی خاص معیت حاصل ہوتی ہے

(۷) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ) — اور (اے محبوب) خوشخبری سُنا دو ان صبر والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے اور یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ جو لوگ بوقتِ مصیبت صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارا جینا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

(۸) وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ (السجدۃ)

اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جب کہ انہوں نے صبر کیا۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ اللہ تعالےٰ نے صابروں کو صبر کے بدلے ائمہ ہدایت بنایا۔

(۹) وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (الاعراف)

اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی تھی اس زمین کے پورب اور پچھم کا وارث کر دیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور تیرے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل پر پورا ہُوا بدلہ ان کے صبر کا۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ قومِ بنی اسرائیل جس کو فرعون نے انتہائی ظلم و ستم کر کے کمزور کر دیا تھا یہ صرف اِس کے صبر و استقلال کا بدلہ تھا کہ وہ مُلک مصر کی سلطنت و حکومت کی وارث بن گئی۔

(۱۰) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے حسنِ اخلاق، دعوۃ الی الحق، صالح کردار، برائی کی مدافعت اور نیکی و خوبی یہ حسین ترین صفات وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا نہیں ملتیں مگر ان کو جنہوں نے صبر کیا۔ (حٰم السجدۃ)

صبر کا اجر آخرت میں

(۱۱) اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ (ھود)

مگر جنہوں نے صبر کیا اور اچھے کام کئے اُن کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

(۱۲) أُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا ۔ (الفرقان)

ان کو جنت کا سب سے اونچا بالاخانہ انعام ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مُجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔

(۱۳) أُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (القصص)

ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر کا۔

(۱۴) إِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر)

صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے بے گنتی۔

(۱۵) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ

اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے (رزق میں) سے ہماری راہ میں کچھ خرچ کیا چھپے اور ظاہر اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں انھیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو لائق ہوں ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تمھیں پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (الرعد)

صابرین کی تعریف

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنے صابر بندوں کی تعریف فرماتا ہے۔

(۱۶) وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ (الانبیاء)

اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب صبر والے تھے (علیہم السلام)

(۱۷) إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا

بے شک ہم نے اسے (ایوب علیہ السلام)

نِعْمَ الْعَبْدُ (ص) کو صابر پایا کیا ہی اچھا بندہ ہے۔

(۱۸) قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ فرمایا (ابراہیم علیہ السلام نے) اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا، میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے میرے ابّا جان کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قریب ہے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ (الصّٰفّٰت)

(۱۹) مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (البلد) ان سے جو ایمان لائے اور انھوں نے آپس میں صبر اور مہربانی کی وصیتیں کیں یہ داہنی طرف والے لوگ ہیں (بڑے نصیب والے)

(۲۰) وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ قسم ہے زمانۂ محبوب کی بے شک انسان گھاٹے میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور آپس میں ایک دوسرے کو حق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیّت کی۔

(۲۱) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (الشوریٰ) اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمّت کے کام ہیں۔

صبر کی تعریف

(۲۲) قَالَ الْخَوَاصُ الصَّبْرُ الثَّبَاتُ مَعَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی اَحْکَامِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ (غنیۃ الطالبین) خواص نے فرمایا ہے کہ صبر کتاب و سُنّت کے احکام پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔

وَسُئِلَ جُنَیْدٌ عَنِ الصَّبْرِ فَقَالَ تَجَرُّعُ الْمَرَارَةِ مِنْ غَیْرِ تَعْبِیْسٍ (غنیہ) اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے صبر کے متعلق پوچھا تو فرمایا خلاف

طبع کڑوی چیز کو پی جانا صبر ہے۔

وَقِيلَ الصَّبْرُ الْوُقُوفُ مَعَ الْبَلَاءِ بِحُسْنِ الْأَدَبِ (غنیہ)

اور کہا گیا کہ صبر مصیبت کو بحسن ادب برداشت کرنے کا نام ہے۔

وَقِيلَ تَرْكُ الشَّكْوىٰ (غنیہ)

اور کہا گیا ہے کہ شکایت نہ کرنے کا نام صبر ہے۔

خاتونِ جنت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا صبر و شکر، زہد و تقویٰ، حلم و حیا اور صبر و رضا کا پیکر تھیں، نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا جزوِ بدن اور آپ کے ساتھ خاص نسبت محبت ہونے کی وجہ سے یہ چیزیں آپ کا جسمانی و رُوحانی ورثہ تھیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت تنگی و تکلیف میں صبر و استقلال سے وقت گزارا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی رہیں۔ حضرت حسین ؓ ابھی بچے ہی تھے کہ آپکی ہونے والی شہادت کا شہرہ ہو چکا تھا اور یہ بھی سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کا مشہد کربلا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے آپ کی شہادت کی خبریں دے دی تھیں کہ میرا یہ بیٹا حسین ؓ سرزمین عراق پر جس کو کربلا کہیں گے میری امت کے ہاتھوں شہید ہو گا؛ چنانچہ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں۔

مَا كُنَّا نَشُكُّ وَاَهْلُ الْبَيْتِ مُتَوَافِرُونَ اِنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ يُقْتَلُ بِالطَّفِّ۔ (المستدرک حاکم صفحہ ۱۷۹/۳)

کہ ہمیں کوئی شک باقی نہ رہا تھا اور اہلِ بیت بالاتفاق جانتے تھے کہ حسین بن علی طف یعنی کربلا میں شہید ہوں گے۔

باوجود اس کے سیّدہ نے کبھی حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ سے عرض نہ کی کہ اباجان! آپ اللہ کے پیارے حبیب ہیں اور آپ کی رحمت سے تمام عالم فیض یاب ہے اور آپ کی دُعا مستجاب ہے میرے اس لاڈلے حسین کے لئے دعا فرما دیجئے کہ یہ اس جانکاہ حادثے سے محفوظ رہ کر امن و سلامتی میں رہے اور اس کے دشمن تباہ و برباد ہو جائیں اور نہ ہی خود کبھی دعا کی بلکہ نہایت استقلال سے صبر و رضا کا دامن تھامے رہیں اور کوئی ایسا لفظ تک زبان سے نہ نکالا جس سے صبر و رضا کے

خلاف ہو آتی' اندازہ کیجیے سیدہ جب اس وقت کا تصور کرتی ہوں گی تو ان کے دل پر کیا گزرتی ہو گی، مگر اللہ کی رضا پر راضی رہ کر اپنے اس آنکھوں کے نور کو زمین کربلا پر خون بہانے اور راہِ خدا میں گلا کٹانے کے لئے سینے سے لگا کر پالا اور جوان کیا، نیز تنگی و تکلیف میں صبر و تحمل کے ساتھ زندگی کے ایام گزارے اور کبھی شکوہ و شکایت وغیرہ نہ کی۔

وفات شریف

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بیمار ہوئے تو سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا، مرحبا میری بیٹی! اور پیار و محبّت سے اپنے پاس بٹھا کر آہستہ آہستہ اُن سے کچھ باتیں کیں۔ جن سے سیدہ زار زار رونے لگیں، جب آپ نے اُن کے حزن و ملال کو دیکھا تو پھر آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کیں جن سے وہ مُسکرائیں۔ فرماتی ہیں، میں نے سیّدہ سے پوچھا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تم سے کیا گفتگو فرمائی ہے جس سے پہلے تم روئیں اور پھر مُسکرائیں سیّدہ نے فرمایا میں نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتی، جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات شریف ہو گئی تو میں نے سیّدہ سے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں اور اس حق کا واسطہ دیتی ہوں جو میرا تم پر ہے، مجھے ضرور اس راز سے آگاہ کرو جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے تم پر ظاہر فرمایا تھا۔ سیّدہ نے فرمایا اب اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھے پہلی مرتبہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا تھا کہ اے فاطمہ میری وفات کا وقت آگیا ہے اور میں تجھ سے جدا ہونے والا ہوں پس تو اللہ سے ڈرتی اور صبر کرتی رہ! یہ سن کر میں رونے لگی تھی اور جب آپ نے مجھ کو زیادہ غمگین دیکھا تو دوسری مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا۔

اَلَا تَرْضَیْنَ اَنْ تَکُوْنِیْ سَیِّدَۃَ	کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو
نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ اَوْ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ	سارے جہان اور جنت کی عورتوں کی

لہ تفصیل کے لیے حقائق اور واقعات پر مشتمل میری کتاب "شامِ کربلا" ملاحظہ فرمائیں۔

وَفِي رِوَايَةٍ اَنِّيْ اَوَّلُ بَيْتِهٖ اَتْبَعُهٗ فَضَحِكَتْ (مشکوٰۃ۔ المستدرک)

سردار بنے؟ نیز فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے تو ہی ملے گی یہ سُن کر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی وفات شریف سے اگرچہ تمام صحابہؓ اور اہل بیت کو بہت صدمہ ہُوا تھا مگر جس قدر صدمہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا وہ بیان سے باہر ہے۔ آپؓ بہت رویا کرتی تھیں۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی وفات ہوئی تو:۔

كَانَتْ تَقُوْلُ وَاَبَتَاهُ مِنْ رَّبِّهٖ مَا اَدْنَاهُ وَاَبَتَاهُ جِنَانَ الْخُلْدِ مَاوَاهُ وَاَبَتَاهُ رَبَّهٗ يُكْرِمُهٗ اِذَا اَتَاهُ وَاَبَتَاهُ اَلرَّبُّ وَرُسُلُهٗ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ حِيْنَ يَلْقَاهُ (المستدرک للحاکم صفحہ ۱۶۳/۳)

فاطمہ یوں کہتی تھیں آہ میرے ابا جان! اپنے ربّ کو پیارے ہو گئے ہائے میرے ابا جان! اب خلد کے باغات میں اُن کا ٹھکانا ہو گیا اُن کا ربّ ان کا اکرام کریگا جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے ربّ تعالیٰ اور اس کے رسل ان پر سلام کہیں گے جب آپ ان سے ملیں گے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو دفن کر دیا گیا تو سیّدہ نے صحابہؓ سے کہا کہ تمہارے ہاتھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کر لیا؟ تمام صحابہؓ رونے لگے اور فرمایا، تقدیر الٰہی کے آگے کوئی چارہ نہیں۔

ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَخَذَتْ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلٰى عَيْنِهَا وَبَكَتْ وَاَنْشَدَتْ

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر شریف پر آئیں اور قبر اقدس کی خاک پاک ایک مٹھی اپنی آنکھوں پر رکھی اور بہت روئیں اور یہ شعر پڑھا:۔

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَا
اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَّ الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

جس کو احمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) کے مزار کی خوشبودار مٹی ملے اس کو زمانہ بھر کی خوشبوئیں پسند نہ آئیں گی آپ کی وفات سے جو سخت مصیبتیں مجھ پر آئی ہیں اگر وہ دنوں پر آ جائیں

تو وہ راتیں ہو جاتے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲۹۳/۸ و مدارج النبوت صفحہ ۴۴۲/۲)

جب دوسری مرتبہ زیارت کو تشریف لائیں تو فرمایا ؎

اِذَا اشْتَدَّ شَوْقِیْ زُرْتُ قَبْرَکَ بَاکِیًا ٭ اَنُوْحُ واشکو ما اراک مجابیا

جس وقت شوق ملاقات شدت کی صورت اختیار کر جاتا ہے تو روتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کرنے آجاتی ہوں اور شکوہ کرتی ہوں، جب دیکھتی ہوں کہ آپ جواب نہیں دیتے۔

یَا سَاکِنَ الْبَطْحٰی اعلمتنی البکاء ٭ وَ ذِکْرُکَ انسانی جَمِیْعَ الْمَصَائِبَا

اے قبر انور میں آرام فرمانے والے میری گریہ وزاری دیکھئے، ان تمام مصائب میں آپکی یاد ہی میرا سکونِ قلب ہے۔

فَاِنْ کُنْتَ عَنِّیْ فِی التُّرَابِ مُغَیَّبًا ٭ فَمَا کُنْتَ عَنْ قَلْبِی الْحَزِیْنِ بِغَائِبَا

اگرچہ آپ بظاہر خاک قبر میں مجھ سے غائب ہیں مگر میرے قلب حزیں سے غائب نہیں ہیں۔

یہ اشعار بھی آپ ہی نے فرمائے ہیں ؎

نَفْسِیْ عَلٰی زَفْرَاتِهَا مَحْبُوْسَةٌ ٭ یَا لَیْتَهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَرَاتِ

میری جان درد وغم اور رنج والم میں گھر گئی ہے، اے کاش یہ جان درد وغم کے ساتھ نکل جاتی۔

لَا خَیْرَ بَعْدَکَ فِی الْحَیٰوةِ وَاِنَّمَا ٭ اَبْکِیْ مَخَافَةَ اَنْ تَطُوْلَ حَیَاتِیْ

آپ کے بعد جینے میں کوئی بہتری نہیں ہے اور میں نہیں روتی مگر اس خوف سے کہ کہیں میری حیاتی لمبی نہ ہو جائے (مدارج النبوہ صفحہ ۴۴۴/۲)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی وفات اور جدائی کے صدمہ میں آپ اس قدر غمگین تھیں کہ آپ کے رنج وغم اور گریہ وزاری سے دوسرے لوگ بھی متاثر تھے چنانچہ ہندہ بنت اثاثہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا اس میں یہ اشعار بھی ہیں ؎

اَشَابَ ذَوَابَتِیْ وَ اَذَلَّ رُکْنِیْ ٭ بُکَاؤُکِ فَاطِمَ الْمَیْتَ الْفَقِیْدَا

اے فاطمہ اِس وفات پانے والے کے صدمے میں تیرے گریہ نے میرے بال سفید کر دیئے اور مجھ کو ضعیف کر دیا ہے۔

اَفَاطِمُ فَاصْبِرِیْ فَلَقَدْ اَصَابَتْ رَزِیَّتُكِ التَّهَائِمَ وَالنُّجُوْدَا

اے فاطمہ صبر کر بے شک تیری مصیبت نے تہامہ و نجد کے لوگوں کو غمزدہ کر رکھا ہے،

وَاَهْلَ الْبَرِّ وَالْاَبْحَارِ طُرًّا فَلَمْ تَخْطِئْ مُصِیْبَتُهَا وَحِیْدَا

اور خشکی و تری والے سب اس میں شریک ہیں، اس مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا

(طبقات ابنِ سعد)

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی اونٹنی نے آپ کی وفات کے صدمے میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا (ارج) چنانچہ امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات سیّدہ کو آپ کی اونٹنی عصبا ملی:

فَقَالَتْ السَّلَامُ عَلَیْكِ یَابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلَكِ حَاجَةٌ اِلٰی اَبِیْكِ فَاِنِّیْ ذَاهِبَةٌ اِلَیْهِ فَبَكَتْ فَاطِمَةُ وَجَعَلَتْ رَاْسَهَا فِیْ حِجْرِهَا حَتّٰی مَاتَتْ فِیْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكَفَنَتْهَا فِیْ عِبَاءَةٍ وَدَفَنَتْهَا ثُمَّ كَشَفُوْا عَنْهَا بَعْدَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهَا اَثَرًا۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۶/۲)

تو اس نے کہا کہ اے رسول اللہ کی بیٹی تجھ پر سلام ہو کیا آپ اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں کیونکہ میں ان کے پاس جارہی ہوں تو سیّدہ یہ سن کر رونے لگیں اور اونٹنی نے اپنا سر سیّدہؓ کی گود میں رکھا اور اسی وقت مرگئی تو اس کو کفن دے کر دفن کر دیا گیا۔ تین روز کے بعد قبر کھود کر دیکھا تو وہ قبر میں بالکل نہیں تھی۔

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَارَاَیْتُ فَاطِمَةَ ضَاحِكَةً بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا یَوْمًا افْتَرَتْ بِطَرْفِ نَابِهَا قَالَ وَمَكَثَتْ بَعْدَهٗ سِتَّةَ اَشْهُرٍ۔

میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (کی وفات) کے بعد کبھی فاطمہؓ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا سوائے اس دن کے جس دن آپ کی بیماری کا ضعف

انتہا کو پہنچ گیا تھا اور سیدہ آپؐ کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ (حلیۃ الاولیا صفحہ ۴۳/۲)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ :-

تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّةِ اَشْهُرٍ وَدَفَنَهَا عَلِيٌّ لَيْلًا۔ کہ فاطمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ ماہ بعد وفات پائی اور علیؓ نے ان کو رات کے وقت دفن کیا۔

حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۳/۲)

الغرض آپ نے چھ ماہ اپنے والدِ ماجد کی جدائی میں رو رو کر بڑی مشکل سے گزارے انتقال کے روز آپ نے مبالغہ سے غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہن کر نماز ادا فرمائی اور بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا کہ میں اپنی جان خدا تعالیٰ کے سپرد کرتی ہوں، چنانچہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ شب سہ شنبہ کو ہجر و فراق اور درد و غم کی کٹھن منزلوں سے گزر کر، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر بہ اختلاف روایات تقریباً بائیس سال تھی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کی وفات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ اشعار کہے

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيْلَيْنِ فُرْقَةٌ وَكُلُّ الَّذِيْ دُوْنَ الْفِرَاقِ قَلِيْلٌ

جہاں کہیں بھی دو دوست ہیں آخر ان میں جدائی ہوگی اور تمام مصیبتیں جدائی کی مصیبت اور فراق کے صدمے سے کم ہیں۔

وَاِنِ افْتِقَادِيْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنْ لَّا يَدُوْمَ خَلِيْلٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہ کا مجھ سے جدا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ کوئی پیارا دوست ہمیشہ ساتھ نہیں رہ سکتا (المستدرک حاکم صفحہ ۱۶۳/۳)

آپ کی وفات شریف سے حسنین کریمین، حضرت زینب و حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہم اجمعین کو بے حد صدمہ ہوا۔ شیرِ خدا مولائے مشکل کشا حیدرِ کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جن کی شجاعت و بہادری عرب و عجم میں ضرب المثل ہو گئی تھی، جن کو بڑی سے

بڑی تکلیف بھی افسردہ و دل شکستہ نہیں بنا سکتی تھی اس ناقابلِ برداشت صدمے سے ان کا جگر بھی پارہ پارہ ہوگیا۔

تجہیز و تکفین

حضرت اُمّ جعفر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت ابوبکر صدیق) رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے فرمایا اے اسماء آج کل جس طرح عورتوں کا جنازہ لے کر جاتے ہیں، مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ نعش کے اوپر صرف ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پوری طرح پردہ نہیں ہوتا بلکہ جسامت وغیرہ نظر آتی رہتی ہے، حضرت اسماء نے فرمایا :-

یَابِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُرِیْكِ شَیْئًا رَاَیْتُہٗ بِالْحَبْشَۃِ فَدَعَتْ بِجَرَائِدِ رَطْبَۃٍ مَحْنَتِہَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَیْہَا ثَوْبًا فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ مَا اَحْسَنَ ھٰذَا وَاَجْمَلَہٗ تُعْرَفُ بِہِ الْمَرْاَۃُ مِنَ الرَّجُلِ فَاِذَا مِتُّ اَنَا فَاغْسِلِیْنِیْ اَنْتِ وَعَلِیٌّ وَلَا یَدْخُلُ عَلَیَّ اَحَدٌ فَلَمَّا تُوُفِّیَتْ غَسَلَہَا عَلِیٌّ وَاَسْمَاءُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا۔

اے بنت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں نے حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا تھا وہ آپ کو کر کے دکھاتی ہوں پھر اُنہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوائیں اور اُن کو چارپائی پر کمان کی طرح لگا کر اُوپر کپڑا ڈال دیا حضرت فاطمہ نے دیکھ کر فرمایا یہ تو بہت ہی حسین و جمیل طریقہ ہے اس سے مرد و عورت کے جنازے کی پہچان بھی ہوجاتی ہے جب میں وفات پاؤں (تو میرا جنازہ بھی اسی طرح بنانا) اور تم اَور علی دونوں مل کر مجھے غسل دینا اَور کسی کو شامل نہ کرنا پس جب سیّدہ کی وفات ہوئی تو حضرت اسماء اَور حضرت علی نے اُن کو غسل دیا۔

آپ کی اِس وصیت کے مطابق آپ کو حضرت علی اَور حضرت اسماء زوجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اَور اسی طرح سے چارپائی پر دو ریتا تازہ شاخیں لگا کر اُوپر کپڑا ڈال دیا گیا۔

نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی

اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ خود حضرت علیؓ نے پڑھائی، دوسرا یہ کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے پڑھائی اور تیسرا یہ کہ حضرت علیؓ کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیق نے پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو وفات سیدہؓ کی اطلاع نہ دی اس وجہ سے وہ نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اطلاع نہ دینے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہی نہ ہوئی ہو، یہ ناممکن ہے کہ بنت رسول اللہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات ہو اور امیر المؤمنین خلیفۂ وقت کو خبر نہ ہو اور پھر جب کہ سیدہؓ کو غسل دینے اور ان کے جنازے کو تیار کرنے والی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس ہوں۔

جو لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سیدہؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان بوجہ فدک کے ناراضی تھی اور اسی ناراضی کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جنازے کی نماز نہیں پڑھائی، یہ محض ان لوگوں کا افترا ہے جن لوگوں کے دلوں میں صحابۂ کرام کا بغض ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی ناراضی وغیرہ نہیں تھی (جیسا کہ آئندہ سطور میں آئے گا) اور وہ نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے بلکہ بعض معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ جنازہ کی امامت آپ ہی نے فرمائی چنانچہ طبقات ابنِ سعد جلد ہشتم صفحہ ۲۹ میں دو سندوں سے مروی ہے کہ:-

صَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ عَلَیْہَا	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں

اَرْبَعًا۔ کہیں۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر نے روایت نقل کی۔

کَبَّرَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی فَاطِمَۃَ اَرْبَعًا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔ (البدایہ والنہایہ صفحہ ۹۸/۱)

اور نہج البلاغہ کی شرح ابن ابی الحدید کی جلد چہارم صفحہ ۱۰۰ میں صاف روایت موجود ہے:-

اِنَّ اَبَابَکْرٍ ھُوَ الَّذِیْ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ وَکَبَّرَ عَلَیْھَا اَرْبَعًا۔ کہ بلاشبہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

سید المحققین حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فصل الخطاب کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق حضرت عثمان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور جب جنازہ رکھا گیا تاکہ نماز پڑھی جائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آگے آؤ اور نماز پڑھاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں آگے آؤں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! پس حضرت ابوبکر آگے ہوئے اور نمازِ جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

علامہ امام علاؤالدین بن ابی بکر بن مسعود الکاشانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّہٗ صَلّٰی عَلٰی فَاطِمَۃَ اَبُوْبَکْرٍ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔ مروی ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ کی وفات ہوئی تو۔

صَلّٰی عَلَیْھَا اَبُوْبَکْرٍ اِمَامًا بِاَمْرِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے علی کے امر سے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی (رضی اللہ عنہم)

(نزہۃ المجالس صفحہ ۱۷۶/۲)

ان روایتوں سے صراحتہً معلوم ہُوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ نے سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے جنازے میں شمولیت فرمائی اور حضرت علی کے کہنے سے امامت فرمائی۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رُوِیَ اَنَّ الْحُسَیْنَ قَدَّمَ سَعِیْدَ بْنَ الْعَاصِ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ وَقَالَ لَوْلَا السُّنَّۃُ لَمَا قَدَّمْتُکَ وَکَانَ سَعِیْدُ وَّالِیَابِ الْمَدِیْنَۃِ۔

مروی ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن عاص والی مدینہ کو نمازِ جنازہ کے لئے آگے کیا اور فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی کہ خلیفۂ وقت ہی نماز پڑھائے تو میں تمہیں ہرگز آگے نہ کرتا۔

سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس ارشادِ گرامی سے معلوم ہُوا کہ خلفاءِ راشدین کے زمانے میں سُنّت یہی تھی کہ خلیفۂ وقت ہی نماز پڑھایا کرتا تھا، لہذا بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ پڑھائی، کیونکہ وہی اس وقت خلیفۂ برحق تھے۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا (رضی اللہ عنہا)

مسئلۂ فدک

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور باغ فدک جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے سیّدہ کو ہبہ کر دیا تھا یا آپ کی وراثت سے سیّدہ کے حصّے میں آتا تھا وہ نہ دیا جس کی وجہ سے سیّدہ ان سے ناراض ہوگئیں اور آخری دم تک ناراض رہیں اور ان سے کلام تک نہ کیا، اور چونکہ سیّدہ کی ناراضی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ناراضی ہے۔ لہذا ابوبکر صدّیق نے سیّدہ کو ناراض کر کے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو ناراض کیا۔

یہ بات سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سیّد الصّادقین صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محض

ایک افترا اور ایک بے بنیاد ناپاک الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ابھی چند سطریں پڑھنے کے بعد قارئین پر اس ناپاک الزام کی حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی اور الزام لگانے والوں کی جہالت اور بے بضاعتی کا پورا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے سے پہلے قارئین کرام کو "فدک" کا تعارف کرانا ضروری ہے کہ "فدک" کیا ہے؟

قاموس، لسان العرب، مصباح اللغات اور صحیح بخاری میں ہے کہ "فدک" ایک گاؤں ہے جو مضافات خیبر میں خیبر سے ایک منزل اور مدینہ منورہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر ہے، جہاں کھجوروں کے درخت اور پانی کے بہت سے چشمے تھے اور اس کی تسخیر کے متعلق فتح الباری، فتوح البلدان، تاریخ طبری اور تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے کہ جب ۷ھ میں خیبر فتح ہو گیا تو باقی ماندہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور جب ان پر محاصرے کی سختی زیادہ ہوئی تو انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں عرض کی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے اور انہیں خیبر سے چلے جانے کی اجازت دی جائے آپ نے ان کی یہ عرض قبول فرمائی، خیبر سے نکل کر انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ ہمیں خیبر ہی میں رہنے دیں تو ہم خیبر کی پیداوار سے نصف آپ کی خدمت میں پیش کر دیا کریں گے۔ اور نصف بطور اجرت خود لے لیا کریں گے، نیز باوجود اس کے آپ کو ہر وقت اختیار ہوگا کہ جب چاہیں ہمیں خیبر سے نکال دیں۔ آپ نے اس شرط کو قبول فرما لیا۔

جب آپ خیبر سے واپس ہوئے تو آپ نے محیصہ بن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو اہل فدک کے پاس تبلیغ کے لئے بھیجا، فدک کے باشندے یہودی تھے اور ان کا سردار یوشع بن نون ایک یہودی تھا، انہوں نے آپ کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا اور اہل خیبر کی طرح فدک کی پیداوار سے نصف دینے کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمایا اس طرح "خیبر" اور "فدک" اسلام کے قبضے میں آئے۔ خیبر لڑائی کے ذریعے سے اور فدک بغیر لڑائی کے صلح کے ساتھ مفتوح ہوا۔ اصطلاح شریعت میں جو جائیداد یا مال لڑائی کے ساتھ ہاتھ

آئے اسے "فئے" کہتے ہیں۔ معلوم ہُوا کہ فدک اور اس کی آمدنی مال فئے ہے اور مال فئے کا مصرف قرآن شریف نے صاف اور واضح بیان فرمایا، ارشاد ہوتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ.... لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ۲۸ (الحشر)

جو مال دلایا اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے تو وہ مال اللہ اور رسول کا ہے اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے..... اور فقیر مہاجروں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اور وہ طالب ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے اور مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اور وہی سچے لوگ ہیں۔

اِس آیت سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ مال "فئے" جو بغیر لڑائی وغیرہ کے ہاتھ آیا تھا وہ کسی کی خاص ذاتی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کے حقدار رسول اور قرابت داران رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے علاوہ وہ تمام مسلمان تھے جو فقراء و مساکین اور محتاج وغیرہ تھے۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ اگر کوئی بادشاہ یا نبی یا امام یا امیر اپنے اقتدار و اثر اور قوت و طاقت سے کوئی جائیداد وغیرہ دشمن سے لڑ کر یا بغیر لڑے صلح سے حاصل کرے تو وہ اس کی ذاتی ملکیت نہیں ہو جاتی اور نہ اس کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس کو اپنی اولاد کی ملکیت میں دے دے بلکہ اس کو اپنی زندگی میں صرف حاکمانہ تصرّف اور اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ قانون کے مطابق اس کو صرف کرے، اور نہ ہی اس کی وفات کے بعد اس میں وراثت جاری ہو گی کہ بطور ورثہ اس کے ورثاء میں تقسیم کر دی جائے، جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ جائداد آپ کی ذاتی ملکیت نہیں تھی، کیونکہ ذاتی ملکیت تو وہ ہوتی ہے جو وراثتہً ملے یا اپنے کمائے ہوئے مال سے خریدی ہو، یہاں دونوں باتیں نہیں ہیں پھر آپ کی ذاتِ اقدس سے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ اس وقف جائداد کو جس میں

غریب اور محتاج مسلمانوں کا حق تھا وہ صرف سیّدہ فاطمہؓ کو ہبہ کر کے ان کی ملکیت قرار دے دیتے، اس سے تو پھر لازم آتا ہے کہ آپ نے غریبوں اور محتاجوں کا حق مار کر سیّدہؓ کو دے دیا، اور اللہ کے ارشاد کی پرواہ نہ کی (نعوذ باللہ من ذالک) کوئی مسلمان ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جس سے آپ کی ذات پر ایک بدنما دھبّا آتا ہو۔

ہمارا تو ایمان یہ ہے کہ آپؐ بحیثیت ایک امین اور خازن کے اس پر متولیانہ قبضہ رکھتے تھے اور اللہ تعالےٰ کے حکم کے مطابق اس کو صرف فرماتے تھے اور پھر ہر سال جس قدر غلّہ اور ثمرات وغیرہ فدک سے آتے تھے ان کی مالیت بھی اس قدر نہ تھی جو مسلمانوں کو فکرِ معاش سے مستغنی کر دیتی، چنانچہ حضور صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلّمْ اس میں سے اپنے اہل وعیال کی معمولی ضرورتوں کے مطابق الگ کر کے باقی مستحق مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور باوجود اس کے عہد رسالت میں مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی وہ سب پر عیاں ہے۔

لیکن اب ہمارے مخالفین کی بھی سنیئے کہ ان کے نزدیک باغ فدک کیا ہے چنانچہ ان کے مستند ومعتبر علامہ باقر مجلسی "بحار الانوار" میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ "ایک دن رسولِ مقبول صَلّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلّمْ سیّدہ معصومہ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ جبریل امین آئے اور آکر کہا اے محمدؐ اٹھو! اللہ تعالےٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں اپنے پروں سے آپ کیلئے "فدک" کی حد بندی کر دوں چنانچہ حضور ان کے ساتھ ہو لئے، تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو خاتون جنت کے پوچھنے پر فرمایا کہ جبریل نے میرے لئے اپنے پروں سے فدک کی حد بندی کر دی ہے" اس روایت میں یہ نہیں بتایا گیا کہ "فدک" کے مقررہ حدود کیا تھے، اور وہ کس غرض سے قائم کئے گئے تھے۔ لیکن دوسری روایت میں جو اسی کتاب میں علامہ صاحب نے نقل فرمائی ہے، فدک کی حدود کا بھی بیان ہے چنانچہ وہ یوں ہے "کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی مرتبہ عرض کیا کہ آپ فدک لے لیجئے لیکن آپ برابر انکار کرتے رہے آخر جب خلیفہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں فدک اس وقت تک نہ لوں گا جب تک کہ وہ مع حدود کے مجھے نہ دیا جائے۔ خلیفہ صاحب نے

مع حدود کے فدک دینے کی قسم کھائی اور حدود دریافت کئے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کی پہلی حد "عدن" ہے، دوسری حد "سمرقند" ہے یہ سن کر خلیفہ صاحب کا چہرہ متغیر ہو گیا پھر امام صاحب نے فرمایا اس کی تیسری حد "افریقہ" اور چوتھی "کنارہ سمندر" ہے جو آرمینیا سے ملا ہوا ہے، خلیفہ نے کہا کہ آپ نے ہمارے لئے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا، امام صاحب نے فرمایا، اسی لئے تو میں نے کہا تھا کہ حدود سن کر تم کچھ بھی نہ دو گے۔"

اور اسی میں ایک روایت اور بھی ہے جو نفس مضمون کے لحاظ سے مختلف نہیں مگر اس کے حدود میں اختلاف واقع ہوا ہے، چنانچہ اس میں "پہلی حد عریش مصر دوسری حد دومۃ الجندل، تیسری احد اور چوتھی سمندر بیان کی گئی ہے جسے سن کر خلیفہ صاحب نے کہا "یہ تو ساری دنیا ہے" تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ سب یہودیوں کے قبضے میں تھی اللہ نے اس کو بغیر جنگ و جدال کے "فئے" کیا اور حکم دیا کہ یہ سب اپنی بیٹی فاطمہ کو دے دو۔"

یہ بات بھی افسوسناک ہے کہ ان کے ہاں کوئی اور روایت موجود نہیں ورنہ عجب نہ تھا کہ ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ جو مسلمانوں نے بعد میں فتح کئے، ضرور فدک کے حکم میں آجاتے۔ بہرصورت ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ سلطنت اسلامی کا مختصر نام "فدک" ہے۔ جسے خدا نے بغیر جنگ و جدال اپنے پیغمبر کے لئے "فئے" کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ یہ سب کا سب سیدہ کے حوالے کر دو۔ اہل علم و فہم کے نزدیک ان روایات کی جو وقعت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے، سردست ان کے متعلق سوائے اس کے کہ "بریں عقل و دانش بباید گریست" اور کیا کہا جائے؟

وراثت انبیاء

انبیائے کرام کی وراثت کیا ہے؟ اور کیا ان کا چھوڑا ہوا مال ان کے ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب پہلے شیعہ مذہب کی معتبر کتاب "اصول کافی" کی دو صحیح روایتوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

امام الائمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَذَالِكَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَلَا دِيْنَارًا وَاِنَّمَا اَوْرِثُوْا اَحَادِيْثَ مِنْ اَحَادِيْثِهِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِّنْهَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَافِرًا ۔

بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیائے کرام اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے بلکہ ان کی وراثت سے علم و حکمت کی باتیں پس جو شخص ان کی علمی باتوں میں سے کچھ حصّہ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصّہ لیتا ہے۔ (اصول کافی مع شرح صافی صفحہ ۸۳/۱)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰى سَائِرِ النُّجُوْمِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ اَوْرِثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا عالم کی فضیلت بے علم عابد پر ایسی ہے جیسے شب بدر میں چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء اپنی وراثت درہم دینار نہیں بلکہ علم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ سو جو شخص اس علم میں سے حصّہ لیتا ہے وہ بہت بڑی چیز لیتا ہے۔ (اصول کافی مع شرح صافی صفحہ ۸۷/۱)

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہُوا کہ انبیاء کی وراثت علم ہے مال نہیں۔

اہلِ سُنّت کی کُتب سے

امیر المؤمنین حضرت سیدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا ہم نبیوں کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں :۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقْسِمُ وَرَثَتِیْ دِیْنَارًا مَاتَرَکْتُ بَعْدَ نَفَقَۃِ نِسَائِیْ وَمُؤْنَۃِ عَامِلِیْ فَھُوَ صَدَقَۃٌ

کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (میری وفات کے بعد) میرے وارث دینار وغیرہ (بطور ورثہ) تقسیم نہ کریں گے اور جو کچھ میں چھوڑوں گا وہ میری بیویوں کے مصارف اور عامل کی اجرت کے بعد صدقہ ہو گا۔ (بخاری ومسلم و مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۰)

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ :-

مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیْنَارًا وَلَا دِرْھَمًا وَلَا عَبْدًا وَلَا اَمَۃً اِلَّا بَغْلَتَہُ الْبَیْضَاءَ الَّتِیْ کَانَ یَرْکَبُھَا وَسِلَاحَہٗ وَاَرْضًا جَعَلَھَا لِابْنِ السَّبِیْلِ صَدَقَۃً (بخاری شریف)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے درہم و دینار اور غلام اور لونڈی کچھ نہ چھوڑا سوائے ایک سفید خچر کے جس پر آپ سواری فرماتے اور چند ہتھیار اور کچھ زمین ان سب کو مسافروں کے لئے صدقہ کر گئے

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

اِنَّ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَدْنَ اَنْ یَبْعَثْنَ عُثْمَانَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ یَسْئَلْنَہٗ مِیْرَاثَھُنَّ فَقُلْتُ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نُوْرَثُ مَاتَرَکْنَا صَدَقَۃٌ (بخاری ومسلم)

کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے ارادہ کیا کہ حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر میراث کا مطالبہ کریں۔ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں، میں نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں وُہ صدقہ ہوتا ہے۔

فریقین کی ان روایات سے ثابت ہُوا کہ جمیع انبیائے کرام کی وراثت علم اور ان کے وارث علماء ہوتے ہیں اور باقی جو کچھ وہ چھوڑ جائیں وہ مثل صدقہ کے ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیائے کرام کا ورثہ ان کی اولاد میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ ان کا ورثہ علم ہوتا ہے اور علاوہ ازیں

جو کچھ ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے تو پھر یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور باغِ فدک جو حضور کی وراثت سے ان کے حصے میں آیا تھا وہ نہ دیا، کس قدر زیادتی اور بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

اور اگر بالفرض باغ فدک بطور ورثہ تقسیم بھی ہوتا تو پھر بھی صرف سیّدہ کا حق نہ تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی نو بیویاں اور حضرت عباس (چچا) بھی موجود تھے کیا شرعی قانون سے یہ حقدار نہ تھے؟ اور نو بیویوں میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی (عائشہ صدیقہ) اور حضرت عمر فاروق رض کی صاحبزادی (حضرت حفصہ) بھی تھیں کیا حضرت ابوبکر صدیق کو ان سے بھی کوئی عناد تھا کہ ان کی بھی حق تلفی کی؟ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کی بھی حق تلفی نہیں کی۔ بلکہ کتاب و سنت کے مطابق اس کو صرف کیا۔

اعتراضات و جوابات

اعتراض نمبر ۱:۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سیّدہ رض نے ابوبکر رض سے مطالبہ کیا کہ حضور کے متروکہ مال فئے کو تقسیم کیا جائے ابوبکر نے انکار کیا جس سے سیّدہ رض غضب ناک ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں ان سے کلام نہ کیا اور سیّدہ رض کو ناراض کرنا گویا اللہ اور اس کے رسول ؐ کو ناراض کرنا ہے لہذا ابوبکر رض نے سیّدہ رض کو ناراض کر کے اللہ و رسول ؐ کو ناراض کیا۔

جواب:۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ سیّدہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئیں یا حضرت ابوبکر رض نے ان کو ناراض کیا ہو۔ حضرت ابوبکر رض نے ان کے مطالبہ کرنے پر ان کو صرف یہ فرمایا کہ اے سیّدہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے اور خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کروں گا بلکہ اسی حالت

میں رکھوں گا جس طرح آپ کے زمانے میں تھا اور اس میں وہی احکام جاری کروں گا جو آپ جاری کیا کرتے تھے۔ ہاں (آپ کے زمانے کے مطابق) آپ کی آل بھی اس میں سے کھائے گی۔ (مسلم شریف)

بخاری میں ہے کہ یہ سن کر سیدہ غضب ناک ہوئیں، اور جب تک زندہ رہیں، اس معاملے میں گفتگو نہ فرمائی۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا جو ان کی ناراضی کا باعث ہو سکے، بلکہ آپ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی پیش کیا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں آپ کی سنّت کے مطابق عمل کروں گا اور اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ کروں گا۔

نیز سیدہ رضی اللہ عنہا نے بھی سن کر یہ نہیں کہا کہ تم غلط کہتے ہو، انبیاء کا ترکہ تقسیم ہوا کرتا ہے لہٰذا ہمارے ابا جان کا بھی تقسیم ہوگا اور تمہارا قول و فعل ہمارے ابا جان کے قول و فعل کے خلاف ہے۔

تو بلا شبہ یہ ناراضی وقتی طور پر تھی جو بعد میں بالکل نہ رہی، کیونکہ سیدہ کو اپنے ابا جان کا ارشاد معلوم ہو گیا تھا اور سیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔ چنانچہ امام بیہقی نے شعبی سے صحیح حدیث روایت کی ہے۔

اِنَّ اَبَابَکْرٍ عَادَ فَاطِمَةَ فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ اَبُوْبَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْكِ قَالَتْ اَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ، قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَتْ لَهٗ فَدَخَلَ عَلَیْهَا فَرَضَّاهَا حَتّٰی رَضِیَتْ وَهُوَ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۸/۶)

کہ حضرت ابوبکر حضرت فاطمہ کی عیادت کو آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمہارے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ میں انہیں اجازت دوں؟ حضرت علی نے کہا ہاں! تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی۔ حضرت ابوبکر سیدہ کے پاس آئے اور انہیں راضی کیا یہاں تک کہ سیدہ راضی ہو گئیں اور حضرت ابوبکر بھی راضی ہو گئے۔

باوجود اس کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جرم نہیں کیا تھا، بلکہ حضور

کی قولی اور فعلی سُنّت کو پیش کیا تھا اور اسی پر عمل کیا تھا، پھر بھی سیّدہ کی ناراضی کا ان کو کس قدر احساس تھا کہ تشریف لائے اور سیّدہؓ کو راضی کیا اور آپ بھی راضی ہو گئیں کیونکہ آپ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ جو حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہے وہ حق اور درست ہے۔

اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو سوال یہ ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہدِ خلافت تھا اس وقت پوری طاقت و قوت آپ کے ہاتھ میں تھی۔ پھر انہوں نے باغ فدک سیّدہ کی اولاد کے حوالے کیوں نہ کیا جب کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ امانت اہلِ امانت کے پاس پہنچا دو! انہوں نے اہلِ حق کو ان کا حق واپس کیوں نہ کیا؟

اگر جواب یہ ہو کہ اہلِ بیت کرام غصب شدہ مال واپس نہیں لیتے کیونکہ یہ اُن کی شانِ اقدس کے خلاف ہے، تو پھر منکر کے بقول خلافت بھی تو حضرت علیؓ کا حق تھا جو خلفائے ثلاثہ نے غصب کر لیا تھا تو وہ غصب شدہ خلافت حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ نے کیوں لی؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

اعتراض نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ (الآیۃ) جس میں میراث کے قوانین بیان فرمائے گئے ہیں عام ہے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں، لہٰذا جس طرح ہمارا ورثہ ہماری اولاد میں تقسیم ہوتا ہے اسی طرح حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا بھی تقسیم ہونا چاہیئے تھا، حضرت ابو بکرؓ نے حضور کا ورثہ تقسیم نہ کر کے اس حکمِ الٰہی کے خلاف کیا۔

جواب: آیۂ کریمہ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ میں خطاب اُمت کو ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اس سے بالاتفاق مستثنیٰ ہیں اور دلیل اس پر یہ ہے اللہ تعالیٰ نے قانون وراثت بیان کرنے کے بعد فرمایا:-

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ	یعنی یہ اللہ کی (مقررہ) حدیں ہیں
وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ (الآیۃ)	اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری

کرتے ہوئے ان حدود کے اندر رہے گا اُسے اللہ جنت میں داخل کرے گا۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم اُمّتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو ہے۔ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اس سے مستثنیٰ ہیں ورنہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کا مطلب کیا ہوگا؟

قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر ضمیر "كُمْ" جمع مخاطب موجود ہے جس سے حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ باتفاق فریقین مستثنیٰ ہیں مثلاً۔

(۱) فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ (النساء) — تو نکاح میں لاؤ ان عورتوں کو جو تمہیں خوش آئیں دو دو، تین تین اور چار چار۔

اِس آیۂ کریمہ میں بھی خطاب اُمت کو ہے۔ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اس سے مستثنیٰ ہیں، چنانچہ آپ کے نکاح میں بیک وقت نو بیویاں تھیں۔

(۲) وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ — اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔

(۳) وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ — اور جان لو کہ اللہ کا رسول تم میں موجود ہے۔

اِن دونوں آیتوں میں كُمْ ضمیر مخاطب موجود ہے مگر حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ مستثنیٰ ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس، اسی طرح يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ میں خطاب اُمت کو ہے، آپ اِس سے مستثنیٰ ہیں۔

اعتراض نمبر ۳:- اگر انبیائے کرام کا مالی ورثہ ان کے ورثاء میں تقسیم نہیں ہوتا تو اس آیۂ کریمہ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ، کہ وارث ہوئے سلیمانؑ داؤدؑ کے کا کیا مطلب ہوگا۔

جواب:- اس آیت میں جس وراثت کا ذکر ہے، اس سے مالی وراثت مراد نہیں بلکہ علمی وراثت مراد ہے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو صرف حضرت سلیمانؑ ہی وارث نہ ہوتے۔

نیز اگر مالی وراثت مُراد ہوتی تو اس کے ذکر ہی کی کیا ضرورت تھی، حضرت سلیمان بلاشک و شبہ حضرت داؤد کے بیٹے تھے اور بیٹا باپ کے مال کا وارث ہُوا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا خصوصیت کے ساتھ بیان فرمانا ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وراثت علمی تھی نہ کہ مالی

ورنہ دُنیا کے مال کا وارث ہوجانا بھی کسی نبی کے فضل و کمال کا باعث ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالٰے فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ' اور بلاشک و شبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا۔ یعنی وہ علم وحکمت اور نبوت جو ہم نے داؤدؑ کو عطا فرمائی تھی، اس کے وارث ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السّلام ہوئے۔ شیعہ مذہب کی معتبر کتاب " اصُول کافی " کی ایک فیصلہ کن روایت ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضؓ فرماتے ہیں :-

إنّ سليمانَ وَرِثَ داوٗدَ وَانَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَرِثَ سُلَیْمَانَ۔

یعنی بے شک سلیمانؑ وارث ہوئے داؤدؑ کے اور محمدؐ صلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وارث ہوئے سلیمانؑ کے۔

معلوم ہُوا کہ داؤد کی وراثت مالی نہ تھی بلکہ علمی تھی جس کے وارث سلیمان ہُوئے اور حضرت سلیمانؑ کی وراثت کے وارث حضور صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ہُوئے، حالانکہ ہمارے حضور صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور سلیمانؑ کے درمیان کئی پشتیں گزریں، کیا کوئی ثابت کرسکتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا وہ کون سا متروکہ مال تھا جس کے حضور صلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وارث ہوئے؟

اعتراض نمبر۴ :- حضرت زکریا علیہ السّلام نے دعا کی تھی :-

فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ۔

تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا ڈال جو میرا کام اُٹھالے وہ میرا جانشین ہو اور اولاد یعقوب کا وارث ہو۔

جواب :- اس آیت سے تو معترض کی سخت تردید ہوتی ہے اور اس کے مبلغ علم کا بھی پورا پورا اندازہ ہوتا ہے، حضرت زکریا علیہ السلام عرض کر رہے ہیں اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔ حضرت یحییٰؑ حضرت زکریاؑ کے تو وارث بن سکتے تھے مگر آلِ یعقوب کے وارث کس طرح؟

حالانکہ حضرت زکریاؑ اور حضرت یعقوبؑ کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ کیا آلِ یعقوبؑ کا مال ابھی تک غیر منقسم پڑا ہوا تھا جس کا وارث حضرت یحییٰ کو بننا تھا؟

درحقیقت اِس آیت سے مراد یہی ہے کہ اے اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو میرے بعد میرے منصب نبوت اور میرے علم و حکمت کا وارث بنے اور یہی آلِ یعقوب کا ورثہ تھا۔

مسئلہ فدک اور وراثت انبیاء اور اعتراضات کے جوابات مختصر طور پر ہدیۂ ناظرین ہیں، اہل انصاف حضرات کے لئے اسی قدر کافی ہے اور دوسروں کے لئے دفتروں کے دفتر بیکار، اللہ تعالےٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے سینوں کو بغض و حسد سے پاک فرمائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ۔

نورِ نظرِ مصطفےٰ، جانِ مرتضیٰ، راحتِ حسنین مجتبیٰ، مخدومۂ کائنات، اُمّ السادات، سردارِ خواتین جہاں، فخرِ مادراں، خاتونِ جنت حضرت طیّبہ طاہرہ ذاکرہ عابدہ راضیہ سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنھا کے کچھ فضائل و حالات لکھنے کے بعد اُمّ المؤمنین حبیبۂ حبیبِ ربّ العالمین، صدیقہ بنت صدّیق، عتیقہ بنت عتیق حضرت سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنھا کے بھی کچھ فضائل و مناقب حصول برکت و سعادت کے لیے پیشِ خدمت ہیں۔ تاکہ مُسلمان بھائیوں اور مُسلمان بہنوں کو ان پاکیزہ ہستیوں کے درجات و مراتب، فضائل و محامد، علم و فضل، زہد و تقویٰ جود و سخا، عبادت و ریاضت، شرم و حیا اور دیگر اعمالِ حسنہ کا علم ہو جائے نیز مُسلمان خواتین ان کی سیرت مقدسہ سے سبق حاصل کریں اور ان کی اتباع کر کے اپنی زندگیوں کو پاکیزہ بنائیں۔

ناچیز محمد شفیع الخطیب اوکاڑوی عفا اللہ عنہٗ کراچی۔

فضائل

اُمّ المومنین

حضرت

عائشہ صدّیقہ

رضی اللہ تعالٰی عنہا

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

حضور اکرم رحمتِ عالم نورِ مجسم شفیع معظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ آپ رضؓ کا لقب ہی محبوبۂ محبوب ربّ العالمین ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے پوچھا، یا رسول اللہ:

اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْكَ قَالَ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۱۷/۱)	آپ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہ انہوں نے کہا، مردوں میں؟ فرمایا، ان کا باپ (ابوبکر رضؓ)

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے اپنی بیٹی، اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضؓ سے

فرمایا :۔

يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا يُرِيدُ عَائِشَةَ : (بخاری شریف صفحہ ۷۸۵/۲)

اے بیٹی عائشہ کی ریس نہ کیا کر وہ تم سے خوبصورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کے وظیفے مقرر کیئے تھے تو آپ نے دیگر ازواج مطہرات کے دس دس ہزار اور حضرت عائشہ رض کے بارہ ہزار مقرر کیئے۔

وَزَادَ عَائِشَةَ أَلْفَيْنِ وَقَالَ إِنَّهَا حَبِيبَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (المستدرک صفحہ ۸/۴)

حضرت عائشہ کے دو ہزار زیادہ کیئے اور فرمایا، یہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حبیبہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ هٰذَا قِسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِي فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ يَعْنِي الْقَلْبَ (ابو داؤد شریف صفحہ ۳۳۳/۱)

اے اللہ! یہ عادلانہ تقسیم جو میرے اختیار میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری) وہ تو میں کرتا ہوں اور وہ جو میرے اختیار میں نہیں (یعنی عائشہ سے قلبی محبت) اس سلسلے میں مجھے ملامت نہ کرنا، یعنی معاف کرنا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ (النساء۔۱۲۹)

اور تم ہر گز طاقت نہیں رکھتے ہو کہ اپنی بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرسکو۔ اگرچہ تمہیں اس کی بڑی خواہش ہو۔

یعنی اگر ایک سے زائد بیویاں تمہارے نکاح میں ہوں تو یہ تم سے ہر گز نہ ہو سکے گا کہ محبت قلبی اور چاہت وغیرہ میں مساوات اور برابری رکھ سکو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فطری امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اے اللہ قلب کا معاملہ آپ کے

اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں، لہذا عائشہؓ کی محبّت کے معاملے میں مجھے ملامت نہ کرنا۔

چونکہ تمام صحابہ کرام جانتے تھے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو حضرت عائشہ سے زیادہ محبّت ہے اس لئے جس دن اُن کی باری ہوتی اس دِن صحابہؓ آپ کی خدمت میں ہدیئے اور تحفے بھیجتے اور آپ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرتے۔ بعض ازواج مطہرات کو اس کا شدت سے احساس ہُوا تو اُنہوں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم حضور کی خدمت میں عرض کرو کہ آپ لوگوں سے فرما دیں کہ میں جہاں بھی ہُوا کروں ہدیئے اور تحفے بھیجا کرو اور عائشہ کے دن کی تخصیص نہ کیا کرو۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے یہ آپؐ سے کہا تو آپؐ نے ان سے فرمایا :-

يَا اُمَّ سَلْمَةَ لَا تُؤْذِيْنِي فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَنْزِلْ عَلَيَّ وَمَعِيْ اَحَدٌ مِّنْ نِسَائِيْ اِلَّا عَائِشَةَ فَاِنَّ الْوَحْيَ نَزَلَ عَلَيَّ وَهِيَ مَعِيْ فِيْ لِحَافِيْ (کنز العمال صفحہ ۲۲۵/۶)	اے اُمّ سلمہ ! مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو کیونکہ میری بیویوں میں سے سوائے عائشہ کے اور کوئی میرے ساتھ ہوتی ہے تو مجھ پر وحی نہیں آتی اور عائشہ میرے ساتھ میرے لحاف میں ہوتی ہے تب بھی مجھ پر وحی آتی ہے۔

آخر سب ازواجِ مطہرات نے مشورہ کر کے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان کو اس بات کے لئے آمادہ کیا کہ وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے کہیں۔ حضرت سیّدہؓ نے اُن کی طرف سے درخواست پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا :-

يَا بُنَيَّةُ اَلَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ فَقَالَتْ بَلٰى فَرَجَعَتْ اِلَيْهِنَّ فَاَخْبَرَتْهُنَّ فَقُلْنَ اِرْجِعِيْ اِلَيْهِ فَاَبَتْ اَنْ تَرْجِعَ۔	اے میری بیٹی ! جس کو میں محبوب رکھوں کیا تم اس کو محبوب نہیں رکھو گی ؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ! سیّدہؓ واپس

آئیں اور ازواج کو بتایا انہوں نے پھر بھیجنا چاہا تو سیّدہؓ نے انکار کر دیا۔ (بخاری شریف صفحہ ۳۵۱/۱)

آپؐ اکثر حضرت عائشہؓ کے زانو پہ سر رکھ کر سو جاتے۔ ان کے ساتھ ایک دستر خوان بلکہ

ایک برتن میں کھانا کھاتے۔ کھانے میں محبّت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہؓ چوستیں۔ پیالے میں وہیں منہ رکھ کر پیتے جہاں حضرت عائشہؓ منہ لگاتیں۔ (مسند ابوداؤد طیاسی صفحہ ۲۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک فارسی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا پڑوسی تھا، اُس نے آپؐ کی دعوت کی۔ فَقَالَ وَھٰذِہٖ لِعَائِشَۃَ تو آپؐ نے فرمایا ساتھ عائشہ کی بھی؟ فَقَالَ لَا! فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَا؟ تو اُس نے کہا نہیں! حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا، پھر میں بھی قبول نہیں کرتا، وہ چلا گیا، پھر دوبارہ آیا تو پھر یہی سوال و جواب ہوا۔ تیسری مرتبہ پھر آیا تو آپ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ ساتھ عائشہ بھی ہو گی؟ اس نے کہا، جی ہاں! پھر آپ اور حضرت عائشہ اس کے گھر گئے (مسلم شریف صفحہ ۱۷۶/۲)

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز گھر میں فاقہ تھا، آپ کے انس و محبّت اور لطف و کرم سے بعید تھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر اکیلے کھانا کھالیں۔

امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے فقیر کا یہ طریق تھا کہ اگر کھانا پکاتا تو اس کا ثواب حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وحضرت امیر المؤمنین و حضرت فاطمہ و حضرت حسنین رضی اللہ عنہم کی ارواح مقدّسہ کے لئے ہی خاص کرتا تھا اور ازواجِ مطہرات کا نام شامل نہ کرتا تھا، تو:

شبے در خواب می بیند کہ آں سرور	ایک رات خواب میں دیکھا کہ آنحضرت
حاضر است علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام	صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ تشریف فرما ہیں۔
فقیر بر ایشاں عرض سلام می کند متوجہ فقیر	فقیر نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو
نمی شوند در د بجانب دیگر دارند، دریں اثنا	آپ فقیر کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چہرۂ
بہ فقیر فرمودند کہ من طعام در خانہ عائشہ میخورم	انور دوسری جانب پھیر لیا اور فقیر سے فرمایا
ہر کہ مرا طعام فرستد بخانہ عائشہ فرستد ایں ماں	کہ میں عائشہ (صدیقہ) کے گھر کھانا کھاتا ہوں،

فقیر دریافت کہ سبب عدم توجہ شریف ایشان آں بودہ فقیر حضرت صدیقہ را در طعام شریک نہ می ساخت بعد ازاں حضرت صدیقہ را بلکہ سائر ازواجِ مطہرات را کہ ہمہ اہلِ بیت اند شریک می ساخت و بجمیع اہلِ بیت توسل می نمود۔

جس کسی نے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ (حضرت) عائشہ کے گھر بھیجا کرے۔ اِس وقت معلوم ہُوا کہ آپ کے توجہ نہ فرمانے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت عائشہ صدیقہ کو شریک طعام نہ کرتا تھا اس کے بعد فقیر حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ تمام ازواجِ مطہرات کو بلکہ سب اہلِ بیت شریک کیا کرتا اور تمام اہلِ بیت کو اپنے لئے وسیلہ بناتا تھا (المکتوبات شریف دفتر دوم حصّہ ششم، مکتوب نمبر ۳۶)

آپ سفر میں ازواجِ مطہرات میں سے ایک کو ساتھ رکھتے تھے اس میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ اِس سلسلے میں آپ ان کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے جس کا نام آجاتا وُہ آپکی رفیقِ سفر ہوتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ متعدد بار سفر میں آپ کے ساتھ رہی ہیں۔ ایک مرتبہ سفر میں آپ نے تمام صحابہؓ کو آگے بڑھ جانے کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہ سے کہا آؤ دوڑ لگائیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے۔ چنانچہ دوڑے تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ایسا موقع آیا پھر دوڑ ہوئی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ آگے نکل گئے۔ فَقَال ھذہ بتلك السبقة۔ اور فرمایا یہ اس دن کا بدلہ ہے (ابوداؤد صفحہ ۳۰۴/۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا عائشہ! جب تم مجھ سے راضی یا ناراض ہوتی ہو تو مجھے پتہ لگ جاتا ہے فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کیسے یارسول اللہ؟

قَالَ اِنَّكِ اِذَا كُنْتِ رَاضِيَـةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ سَاخِطَـةً قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ لَسْتُ اُهَاجِرُ اِلَّا اِسْمَكَ۔

فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو ربِّ مُحمّد کی قسم اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو ربِّ ابراہیم کی قسم! تو میں نے عرض کیا ہاں صِرف زبان سے آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں، دل تو محبت سے لبریز ہی ہوتا ہے۔

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اس کا تو بیاں ہی نہیں تم جسے چاہو

یہ وہ روایات پیش کی گئی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو حضرت عائشہ سے کتنی محبّت تھی اور وہ روایات جن سے حضرت عائشہ کی حضور سے بے پناہ محبّت کا اظہار ہوتا ہے ہم نے یہاں نقل نہیں کی ہیں۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نمازِ تہجد کے لئے اٹھتے۔ جب رات آخر ہوتی تو حضرت عائشہ کو اُٹھاتے تو وُہ بھی اُٹھ کر آپؐ کے ساتھ نماز پڑھتیں۔ جب صبح ہو جاتی تو آپؐ سُنّت نماز پڑھ کر ایک کروٹ لیٹ جاتے اور حضرت عائشہؓ سے باتیں کرتے۔ کبھی کبھی آپؐ اور حضرت عائشہؓ رات بھر اس طرح عبادت میں مشغول رہتے کہ آپؐ امام ہوتے اور حضرت عائشہ مقتدی ہوتیں۔

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھیں مگر حضرت عائشہ حضورؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں۔ بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں۔ وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ آپؐ کے سر مُبارک میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں۔ جسم مُبارک پر عطر مل دیتی تھیں۔ آپ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں۔ سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں۔ مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔

ایّام مرض الموت میں آپ نے تمام ازواج مطہرات کو جمع کر کے ان سے حضرت عائشہؓ کے پاس رہنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے خوشی سے اجازت دی تو آپ نے ظاہری زندگی کے آخری دن حضرت عائشہؓ کے پاس اُن کے حجرے میں گزارے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن میرے حجرے میں آئے۔ ان کے پاس تازہ مسواک تھی۔ آپؐ نے اس مسواک کی طرف دیکھا۔ میں نے وہ مسواک ان سے لے لی اور اَپنے مُنہ میں ڈال کر اس کو چبایا اَور نرم کر کے آپؐ کو دی۔ آپؐ نے اس کو استعمال کیا۔ آپ کی آخری ساعتوں میں اللہ تعالےٰ نے میرا اور آپ کا لعابِ دہن

جمع کر دیا۔ آپؐ نے میری گود میں انتقال فرمایا، انتقال کے وقت آپؐ کا چہرۂ انور میرے سینے پر تھا۔ (ابنِ اثیر۔ ابنِ سعد)

حضرت عائشہ کا یہی حجرۂ مبارکہ آپ کی آخری آرام گاہ اور قیامت تک کے لئے جن وانس اور فرشتوں کی زیارت گاہ بن گیا۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو حضرت عائشہ سے جو بہت زیادہ محبت تھی اس کی وجہ حُسن وجمال نہ تھا بلکہ ان کی دینداری اور باطنی فضل وکمال تھا۔ نگاہِ نبوت سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اُن کی ذات سراپا فیض وبرکت بننے گی اور اُمّت کو ایک تہائی دین اُن کے ذریعے سے ملے گا۔

فضائل ومناقب

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

اللہ تعالےٰ تو یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی کو دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اس آیت کے سیاق وسباق پر نظر کی جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ بیت سے مُراد حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ازواج مطہرات ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ خطاب صریح طور پر موجود ہے اور "بُیُوت" کی نسبت بھی انہیں کی طرف کی گئی ہے، چنانچہ آیت ہذا سے پہلے فرمایا :۔ وقرن فی بیوتکن اور آیت ہذا کے بعد فرمایا :۔ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ۔

نیز سورۂ ہود میں فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللہِ رَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔

سورۂ طلاق میں مطلقہ عورت کے متعلق فرمایا :۔

وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ

سورۂ یوسف میں بھی بیت کی نسبت زلیخا کی طرف کرتے ہُوئے فرمایا :۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا۔

ثابت ہُوا کہ ازواج مطہرات یقیناً اہلِ بیت ہیں اور یہ بھی یقیناً حق ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور دوسرے اقارب مثل حضرت عباس و جعفر و حمزہ رضی اللہ عنہم سب اہلِ بیت میں داخل ہیں مگر ازواج مطہرات بدرجہ اولیٰ ہیں

یہاں تطہیر سے مراد قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیۂ ظاہر و باطن کا وُہ اعلیٰ درجہ ہے جو اللہ تعالےٰ اپنے پیارے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (الاحزاب آیۃ ۳۲)

اے نبی کی بیویو تم دوسری عورتوں جیسی نہیں ہو۔

یعنی تمہارا مقام و مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں کیونکہ تمہیں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا گیا ہے۔ فرمایا :۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا (الاحزاب ۳۱)

(اے نبی کی بیویو) تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرے اور نیک عمل کرے ہم اس کو دوگنا اجر و ثواب دیں گے اور تیار کی ہے ہم نے اس کے واسطے عزت کی روزی۔

ازواج کو اعمالِ صالحہ پر دگنا اجر و ثواب ملنا اُن کی عظمت و شان کی روشن دلیل ہے

وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ :۔ فرمایا۔

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔ (النور ۲۶)

گندی عورتیں گندے مردوں کے واسطے اور گندے مرد گندی عورتوں کے واسطے اور پاک مرد پاک عورتوں کے واسطے اور پاک

عورتیں پاک مردوں کے واسطے ہیں۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ طیبین کے سردار ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات طیبات کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی محبوب اور افضل ترین بیوی ہونے کی حیثیت سے ان مراتب وخصوصیات کی سب سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کو اللہ تعالےٰ نے آپ کے واسطے پسند فرمایا چنانچہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فرماتے ہیں۔

لَمَّا تُوُفِّيَتْ خَدِيجَةُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ بِصُوْرَةِ عَائِشَةَ فِيْ سَرَقَةِ حَرِيْرٍ خَضْرَاءَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هٰذِهٖ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَزَوْجَتُكَ فِي الْاٰخِرَةِ۔

کہ جب خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا تو جبرئیل سبز رنگ کے ریشمی کپڑے میں عائشہ کی صورت کے ساتھ آئے اور کہا اے محمدؐ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ) یہ دُنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا :-

اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ زَوْجَتِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے۔ (الکنز العمال صفحہ ۲۲۵/۹، المستدرک صفحہ ۱۰/۴)

اور جنت میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا مقام سب سے بُلند اور سب سے اعلیٰ ہوگا اور یقیناً حضرت عائشہ اسی مقام میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا :-

كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۳۲/۱)

مردوں میں تو بہت سے کامل گزرے لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجۂ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر۔

ف ! ثرید ایک عربی کھانا ہے جو روٹی کو شوربے میں بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے زمانے میں ثرید عربوں میں بہت اعلیٰ غذا سمجھی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب منافقین نے اُن کی عزّت و آبرو پر ناپاک حملہ کیا اور ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالےٰ نے اُن کی پاک دامنی کی شہادت دی اور تہمت لگانے والوں کو دنیا و آخرت میں ملعون قرار دے کر ان کو دردناک عذاب کی وعید سُنائی۔

حالانکہ جب نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تھی تو اللہ تعالےٰ نے ایک بچے سے ان کی پاک دامنی کی شہادت دلوائی اور حضرت مریم صدیقہ پر تہمت لگی تھی تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے جو اس وقت گود کے بچّے تھے شہادت دلوائی۔ حضرت جریج عابد و زاہد پر تہمت لگی تو اللہ تعالےٰ نے چرولہے کے چند دنوں کے بچّے سے شہادت دلوائی تھی، لیکن یہ حضرت عائشہ صدیقہ کی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ خود شہادت دے کر ان کی عظمت و شان کے ڈنکے بجاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ چاہتا تو درختوں کے پتے، زمین کی ریت کے ذرّے، سمندر کے پانی کے قطرے اور جانور بھی شہادت دیتے، مگر یہ محبوب کی محبوبہ، صدیق اکبر کی بیٹی، صدیقۃ الکبریٰ کی عزّت و آبرو کا مسئلہ تھا، بلکہ درپردہ اس کے محبوب کی عزّت و ناموس کا مسئلہ تھا، یہاں احکم الحاکمین، خالق السمٰوات والارض خود شہادت دیتا ہے۔

اسی طرح ایک سفر میں حضرت عائشہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ تھیں کہ رات کے وقت ان کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا، انہوں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کو خبر دی۔ آپ نے ایک آدمی اس کے ڈھونڈنے کو بھیجا اور خود حضرت عائشہ کے زانو پر سرِ انور رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ صُبح قریب تھی اور وہاں پانی مطلقاً نہ تھا، جب نماز کا وقت قریب ہو گیا تو لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپؓ دیکھتے نہیں کہ عائشہ نے ساری فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر سیدھے حضرت عائشہ کے پاس پہنچے۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اُن

کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے اُنہوں نے غصے سے حضرت عائشہ کے پہلو میں کئی کونچے دیئے اور تمہاری وجہ سے دن ایک نئی مصیبت سب کے آ پڑی ہے۔ چونکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے، انہوں نے جنبش تک نہ کی کہ کہیں آپ کے آرام میں خلل نہ واقع ہو جائے۔ کچھ دیر بعد آپ بیدار ہوئے، صحابہؓ سخت بے چین تھے کہ وضو کہاں سے کریں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (نساء آیت ۷)	اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو حاجت ضروری سے فارغ ہوئے ہو یا عورتوں سے مقاربت کی ہو تو تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لو بے شک اللہ تعالےٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

آیت کے نزول پر وہی صحابہؓ جو سخت بے چین اور پریشان تھے خوشی و مسرت سے اپنی ماں کو دعا دینے لگے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

مَا هِیَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِیْ بَكْرٍ (بخاری)	اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی ہی برکت نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اُنہوں نے حضرت عائشہ سے فرمایا :-

جَزَاكِ اللّٰهُ خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا نَزَلَ بِكِ اَمْرٌ تَكْرَهِيْنَهٗ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكِ لَكِ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ خَيْرًا (بخاری)	اے صدیقہ! اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے، خدا کی قسم جب بھی آپ پر کوئی ایسا امر پیش آتا ہے جو آپ کو ناگوار گزرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس میں آپ کے

اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرما دیتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو پہلے اتنے ناراض تھے کہ غصے سے حضرت

عائشہ کے پہلو میں کئی کو پچھے دیتے تھے، اب فخر کے ساتھ اپنی بیٹی سے فرما رہے تھے:۔

انك لمباركة — بلاشبہ تو بہت مبارک ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا كَانَ اَعْظَمُ بَرَكَةَ قَلَادَتِكِ اے صدیقہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے کہ مسلمان تمہارے صدقے میں سفر، بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ سے کہا۔ اُمّ المؤمنین:۔

فَكَانَ ذَالِكَ بِسَبَبِكِ وَبَرَكَتِكِ مَا اَنْزَلَ تَعَالٰی لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنَ الرُّخْصَةِ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب اور تمہاری برکت سے اُمت کو یہ (تیمم کی) رخصت عنایت فرمائی (حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۵/۲

ابن سعد صفحہ ۷۵/۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ خدا کی قسم میں فخر سے نہیں کہتی بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو دس باتیں ایسی عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کو نہیں ملیں:۔

جَاءَ الْمَلَكُ بِصُوْرَتِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنَةُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاُهْدِيْتُ اِلَيْهِ وَاَنَا ابْنَةُ تِسْعَ سِنِيْنَ وَتَزَوَّجَنِيْ بِكْرًا وَلَمْ يَكُنْ فِيْ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَكَانَ يَاْتِيْهِ الْوَحْيُ وَاَنَا وَهُوَ فِيْ لِحَافٍ وَاحِدٍ وَكُنْتُ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ وَنَزَلَ فِيَّ اٰيَاتٌ

(۱) فرشتہ میری صورت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ (۲) جب میں سات برس کی تھی تو آپ نے مجھ سے نکاح کیا اور (۳) نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ (۴) میرے سوا آپ کی کوئی بیوی کنواری نہ تھی۔ (۵) جب میں اور آپ ایک ہی لحاف میں ہوتے تب بھی وحی آتی۔ (۶) میں آپ کو سب سے زیادہ پیاری تھی (۷) میری شان میں قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں

مِنَ الْقُرْاٰنِ کَادَتِ الْاُمَّۃُ تَھْلِکُ فِیْھَا وَرَأَیْتُ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ یَرَہٗ اَحَدٌ مِنْ نِسَآئِہٖ غَیْرِیْ وَقُبِضَ فِیْ بَیْتِیْ لَمْ یَلِہٖ اَحَدٌ غَیْرُ الْمَلَکِ اِلَّا اَنَا وَفِی الطَّبَقَاتِ لِاِبْنِ سَعْدٍ وَمَاتَ فِی اللَّیْلَۃِ الَّتِیْ کَانَ یَدُوْرُ عَلَیَّ فِیْھَا وَدُفِنَ فِیْ بَیْتِیْ۔

جب کہ لوگ اس (آزمائش) میں ہلاکت کے قریب تھے۔ مَیں نے جبرئیل امین علیہ السّلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اَور میرے سوا آپ کی کسی اَور بیوی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ آپ نے میرے گھر میں میری گود میں وفات پائی جب کہ میرے اور فرشتے کے سوا اَور کوئی قریب تر نہ تھا۔ اَور طبقات ابنِ سعد میں ہے کہ آپؐ کا وصال اس رات ہُوا جو میری باری کی رات تھی اور آپ میرے گھر ہی میں دفن ہُوئے۔ (المستدرک صفحہ ۱۰/۴، ابن سعد صفحہ ۶۳/۸)

باوجود اِس کے اللہ تعالےٰ نے آپ کو بڑا درجہ اَور مرتبہ عطا فرمایا تھا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی محبوبیت سے نوازا تھا مگر آپ کی عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی مُنہ پر آپ کی تعریف کرتا تو آپؓ اس کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی تعریف کی، سُن کر فرمایا:-

کاش! مَیں پیدا ہی نہ ہُوئی ہوتی۔

کبھی فرماتیں اے کاش! میں پتھر ہوتی۔ اے کاش! مَیں کسی جنگل کی جڑی بوٹی ہوتی (ابن سعد)

اسی طرح ایک دن سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؓ سے کہا کہ مَیں تم سے افضل ہوں اس لئے کہ میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا جگر پارہ ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا، دنیا میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہہ رہی ہو اَور آخرت میں مَیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے ساتھ بحیثیت زوجہ کے ہوں گی ایک تو دائمی معیت دُوسرے وہی درجہ جس میں آپ ہوں گے۔ یہ دونوں باتیں مجھے حاصل ہوں گی جو تمہیں حاصل نہ ہوں گی، کیونکہ تم علی کے ساتھ ہو گی اَور جنت میں برتر ہونا دلیل افضلیت ہے۔ یہ سُن

کر فاطمہؓ چپ ہو گئیں۔

فَقَامَتْ عَائِشَةُ وَقَبَّلَتْ رَأْسَهَا وَقَالَتْ يَا لَيْتَنِيْ شَعْرَةً فِيْ رَأْسِكِ۔

توحضرت عائشہ کھڑی ہو گئیں اور سیّدہ کے سر کو چوم کر کہنے لگیں، اے کاش! میں تمہارے سر کا ایک بال ہوتی۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۷۶/۲)

علم و فضل

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو مگر ان کے پاس اس کا علم نہ پایا ہو۔ (ترمذی مناقب عائشہ)

امام زہری جو تابعین کے امام و پیشوا تھے جنہوں نے بڑے بڑے صحابہؓ کی آغوش میں تعلیم و تربیت پائی تھی، فرماتے ہیں:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمُ النَّاسِ يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ علم والی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

یہی امام زہری فرماتے ہیں۔

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ثُمَّ عِلْمُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ لَكَانَتْ عَائِشَةُ اَوْسَعَهُمْ عِلْمًا۔

اگر تم لوگوں اور ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا تو حضرت عائشہ کا علم ان سب سے بڑھ جاتا۔ (مستدرک حاکم صفحہ ۱۱/۴)

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ جو صحابہؓ کے بعد مدینہ منورہ کے سات مشہور اہلِ علم تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں:-

كَانَتْ عَائِشَةُ قَدِ اسْتَقَلَّتْ بِالْفَتْوٰى فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَهَلُمَّ جَرًّا اِلٰى اَنْ مَاتَتْ يَرْحَمُهَا اللّٰهُ (ابن سعد صفحہ ۳۷۵/۲)

حضرت عائشہ حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت ہی میں مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتوے دیتی رہیں۔

كَانَتْ عَائِشَةُ تُفْتِيْ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ بَعْدَهٗ يُرْسِلَانِ اِلَيْهَا فَيَسْاَلَانِهَا عَنِ السُّنَنِ

حضرت عائشہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور یہ دونوں حضرات ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے متعلق پوچھوایا کرتے تھے (ابن سعد صفحہ ۳۷۵/۲)

حضرت عطا ابن ابی الرباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کے تلمذ کا شرف حاصل ہے، فرماتے ہیں۔

كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ النَّاسِ رَاْيًا فِي الْعَامَّةِ (مستدرک حاکم صفحہ ۱۴/۴، الاستیعاب صفحہ ۷۶۵/۴)

حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ سمجھنے والی سب سے زیادہ علم والی اور لوگوں میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِسُنَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَفْقَهَ فِيْ رَاْيٍ اِنِ احْتِيْجَ اِلٰى رَاْيِهٖ وَلَا اَعْلَمَ بِاٰيَةٍ فِيْمَا نَزَلَتْ وَلَا فَرِيْضَةٍ مِّنْ عَائِشَةَ۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو سب سے زیادہ جاننے والا اور رائے میں اگر اس کی ضرورت پڑے ان سے زیادہ باسمجھ اور آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسائل کا زیادہ جاننے

حضرت عائشہ رض سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ (طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷۵/۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں:۔

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَالْعِلْمِ وَالشِّعْرِ وَالطِّبِّ مِنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

میں نے حلال و حرام اور علم اور شاعری اور طب میں اُمّ المؤمنین عائشہ رض سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (مستدرک صفحہ ۱۱/۴)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ خوش کلام کسی کو نہیں دیکھا۔ (مستدرک حاکم صفحہ ۱۱/۴، ترمذی باب المناقب)

حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں:

مَا سَمِعْتُ الْکَلَامَ مِنْ فَمِ مَخْلُوْقٍ اَفْخَمَ وَلَا اَحْسَنَ مِنْہُ مِنْ فِیْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا۔

میں نے کسی مخلوق کے مُنہ کی بات حسن بیان اور متانت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مُنہ کی بات سے عمدہ اور بہتر نہیں سُنی۔

بلاشبہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا علم و فضل میں نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں میں بھی ممتاز تھیں۔ کتاب اللہ و سُنّتِ رسُول اللہ اور فقہ و احکام شریعت میں اُن کا مرتبہ بہت بُلند ہے اِس کی وجہ یہ ہے کہ معلّم شریعت خود گھر میں تھا۔ شب و روز اس کی صحبت میسّر تھی۔ روزانہ مسجد نبوی میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعلیم و ارشاد کی مجلس منعقد ہوتی اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد کے ساتھ تھا وہ آپؐ کے ارشادات کو نہایت غور سے سنتیں۔ اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو جب آپؐ گھر میں تشریف لاتے تو دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں۔ ہمیشہ مسائل دریافت کرتی رہتی تھیں اور بعض مرتبہ بعض مسائل میں بحث بھی کرتی تھیں اور جب تک تسلی نہ ہو جاتی چھوڑتی نہیں تھیں۔ بحث و مباحثہ میں بے تکلفی ہوتی مگر سیدہ ہرگز حدِ ادب تجاوز نہ کرتیں۔ ان کا بحث کرنا گستاخی میں داخل نہیں

وہ اگر مباحثہ نہ کریں تو اُمّتِ محمدیہ بہت سے اسرار اور مسائل سے ناآشنا رہتی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پوری اُمّت پر اور خصوصاً مسلمان خواتین پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تعلیمات و ہدایات اور ارشادات کو صحیح صورت میں اُمت کے سامنے پیش کیا اور سینکڑوں مسائل جن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے تھے، اُن کی تشریح و توضیح فرما کر صاف کر دیا۔ انکی ان علمی و دینی خدمات کو سامنے رکھا جائے تو بلا شبہ عورتوں میں کوئی بھی اُن کی ہم پایہ و ہم مرتبہ نظر نہیں آتی [1]

عورتوں کے بعض پردے کے مسائل جن کی تفصیل نہ تو عورتیں بوجہ شرم و حیا کے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھ سکتی تھیں اور نہ آپ ان کے سامنے برملا بیان فرماتے تھے، وہ سب حضرت عائشہ صدیقہ کے ذریعے ہی خواتین اُمّت کو معلوم ہوئے۔

عبادت اور سخاوت

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کثرت سے عبادت کرتی تھیں ہمیشہ روزہ رکھتیں (ابن سعد صفحہ ۶۸) ہر سال حج کرتیں۔ بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَیْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا لَتَقْسِمُ سَبْعِیْنَ اَلْفًا وَاِنَّهَا لَتُرَقِّعُ جَیْبَ دِرْعِهَا (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم صفحہ ۴۷)

بے شک میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ستر ہزار کی رقم راہِ خدا تعالےٰ میں تقسیم کر دی، حالانکہ وہ خود اپنی قمیص کی جیب میں پیوند لگاتی تھیں۔

ان ہی سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے رہنے کا مکان ایک لاکھ میں حضرت معاویہ رضؓ کے ہاتھ فروخت کیا۔

اِنَّ مَعَاوِیَةَ بَعَثَ اِلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا بِمِائَةِ اَلْفٍ فَوَاللّٰهِ

تو امیر معاویہ رضؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھیجے، خدا کی قسم!

---

[1] اس کی تفصیل "سیرت عائشہ صدیقہ" مصنفہ سیّد سلیمان ندوی میں دیکھیں۔

مَا غَابَتِ الشَّمْسُ عَنْ ذَالِكَ الْيَوْمِ حَتّٰى فَرَّقَتْهَا قَالَتْ مَوْلَاةٌ لَّهَا لَوِ اشْتَرَيْتِ لَنَا مِنْ هٰذِهِ الدَّرَاهِمِ بِدِرْهَمٍ لَحْمًا فَقَالَتْ لَوْ قُلْتِ قَبْلَ اَنْ اُفَرِّقَهَا لَفَعَلْتُ۔

(حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۹ ج ۲)

اسی دن شام ہونے سے پہلے پہلے آپ نے سب محتاجوں میں تقسیم کر دیئے، لونڈی نے عرض کیا، اگر آپ ان درہموں میں سے ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت خرید لیتیں؟ فرمایا اگر تو پہلے کہتی تو میں ضرور ایک درہم رکھ لیتی۔

حضرت اُمِّ ذرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دو تھیلیاں بھیجیں جن میں ایک لاکھ درہم تھے، آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو ایک طبق میں رکھ لیا اور آپ رضی اللہ عنہا اس دن روزے سے تھیں۔

فَجَلَسَتْ تَقْسِمُ بَيْنَ النَّاسِ فَاَمْسَتْ وَمَا عِنْدَهَا مِنْ ذَالِكَ دِرْهَمٌ فَلَمَّا اَمْسَتْ قَالَتْ يَا جَارِيَةُ هَلُمِّيْ فِطْرِيْ فَجَاءَتْهَا بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ فَقَالَتْ لَهَا اُمُّ ذَرَّةَ اَمَا اسْتَطَعْتِ مِمَّا قَسَمْتِ الْيَوْمَ اَنْ تَشْتَرِيَ لَنَا لَحْمًا بِدِرْهَمٍ نُفْطِرُ عَلَيْهِ قَالَتْ لَا تُعَنِّفِيْنِيْ لَوْ كُنْتِ ذَكَّرْتِيْنِيْ لَفَعَلْتُ۔

(حلیۃ الاولیاء صفحہ ۴۷ ج ۲)

پس آپ رضی اللہ عنہا نے اُن کو تقسیم کرنا شروع کر دیا شام کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ان درہموں میں سے ایک بھی نہ تھا پھر فرمایا میرے لئے افطاری لاؤ میں روٹی اور زیتون کا تیل لے کر گئی اور کہا اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا! کیا آپ رضی اللہ عنہا ان درہموں میں سے تھوڑا سا گوشت افطار کے لئے نہیں منگوا سکتی تھیں؟ فرمایا اَب کچھ نہ کہو۔ اگر اُس وقت یاد دلاتیں تو میں ضرور منگوا لیتی

حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک ٹوکری انگوروں کی ہدیۃً آگئی۔ لونڈی نے آپ رضی اللہ عنہا سے چھپا کر ان انگوروں میں سے کچھ الگ رکھ لئے، آپ رضی اللہ عنہا نے وہ سب انگور لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کے وقت لونڈی نے وہی انگور آپ رضی اللہ عنہا کے آگے رکھے۔ آپ نے فرمایا، یہ کیا؟ لونڈی نے عرض کیا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہا کو بتائے بغیر ان میں کچھ الگ رکھ لئے تھے! فرمایا: '

وَاللّٰہِ لَا اَکَلْتُ مِنْهُ شَيْئًا۔ خدا کی قسم ! میں ان میں سے ایک دانہ بھی نہیں کھاؤں گا۔

ایک دن حسبِ معمول روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مسکین نے دروازے پر آکر سوال کیا۔ لونڈی سے فرمایا وہ روٹی اس سائل کو دے دو ؛ لونڈی نے عرض کیا، شام کو افطاری کس چیز سے کریں گی ! فرمایا تم یہ تو ابھی دے دو ؛ لونڈی نے وہ روٹی سائل کو دے دی۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا پکا ہوا گوشت ہدیۃً بھیجا۔ لونڈی سے فرمایا :

كُلِىْ مِنْ هٰذَا خَيْرٌ مِنْ قُرْصِكِ۔ لو اِس میں سے کھاؤ، یہ تمہاری روٹی سے بہتر (اللہ تعالیٰ نے بھیج دیا ہے) (مؤطا امام مالک صفحہ ۲۵۸/۲)

آپ رضؓ کے آزاد کئے ہوتے غلاموں کی تعداد ۶۷ ہے۔ دل میں بہت زیادہ خوف اور خشیت الٰہی تھی۔ نہایت رقیق القلب اور بہت رحم دل تھیں۔ آپ رضؓ کی وفات ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں نمازِ وتر کے بعد رات کے وقت ہوئی آپ رضؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات ہی کو دفن کر دینا، صبح کا انتظار نہ کرنا۔ آپ رضؓ کے جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ اہلِ مدینہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔ نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے پڑھائی۔ جب جنت البقیع میں آپ رضؓ کو دفن کیا گیا تو عورتوں اور مردوں کا اِس قدر اژدہام تھا کہ گویا روزِ عید کا ہجوم ہے لوگ زار و قطار روتے تھے گویا قیامت برپا تھی۔ حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر فرمایا کہ عائشہ کے لئے جنت واجب ہے اِس لئے کہ وہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کو سب سے پیاری تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔

آپ رضؓ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں جن کی ایک جھلک سطور بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے، یہاں مقصود حضرت سیّدہ اور آپ کے فضائل کا تقابل و توازن نہیں ہے، ہم غلام کہاں اس لائق کہ ان مقدس نفوس کے درمیان موازنہ و مقابلہ کریں۔ اگر ایک حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کی لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں تو دوسری دُنیا و آخرت

میں محبوب ترین بیوی ہیں۔ دونوں ہماری آقا ہیں اور ہم دونوں کے ادنیٰ غلام ہیں ہمارا مقصود ان کی بارگاہ اقدس میں ہدیۂ عقیدت و محبت کی پیش کش ہے کہ اگر یہ ہدیہ قبول ہو جائے اور کفش برداروں میں حشر ہو جائے تو زہے نصیب ؎

بر کریماں کارہا دشوار نیست

نیز وہ لوگ جو ان کی بعض اجتہادی غلطیوں کو سامنے رکھ کر ان کی شان میں سخت گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جاتے اور وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور اپنی حیثیت پر نظر کریں اور یہ سوچ کر باز آجائیں کہ ہمارا مقام کیا ہے اور ہم کیسی کیسی مقدس ہستیوں کے خلاف زبان و قلم دراز کرتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از لطفِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد　　بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

علامہ صفوری شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ بَعْضُهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا يَذْكُرُ عَائِشَةَ بِسُوْءٍ فَلَمْ اُنْكِرْ عَلَيْهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ لِمَ لَا تُنْكِرُ اِلَيَّ مِنْ سَبَّ زَوْجَتِي فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا قَدَرْتُ فَقَالَ كَذَبْتَ وَاَوْمَا اِلَىٰ عَيْنَيَّ بِالسَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ اَعْمٰى (نزہۃ المجالس صفحہ ۱۳۸/۲)

بعض نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو میں نے اس کو نہ روکا۔ پس میں نے نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو شخص میری بیوی کو برا کہتا ہے تو اس کو کیوں نہیں روکتا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں روکنے پر قادر نہیں تھا! آپ نے فرمایا تو غلط کہتا ہے اور میری آنکھوں کی طرف انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا، پس میں جاگا تو میں اندھا ہو چکا تھا۔

مسلمان خاتون سے

اسلام ہی وہ پہلا دین تھا۔ جس نے عورت کے حالات درست کر کے اُسے عزت کا مقام بخشا ورنہ اسلام سے پہلے عورت کی حالت نہایت مذموم اور المناک تھی۔ اسلام نے ہی تمدن میں عورت کو مساوات کا درجہ دیا ہے۔

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت و مرد ایک ہی خالق کی مخلوق اور ایک ہی صانع کی صنعت کاری کے شاہکار ہیں۔ ایک ہی مٹی کا خمیر اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ دونوں انسانیت کا جزو یعنی ایک ہی نوع کی دو شاخیں ہیں۔ دونوں کا وجود نسلِ انسانی کی بقا اور افزائش کے لئے ضروری ہے۔ دونوں کی پیدائش اور پرورش و تربیت ایک ہی اُصول اور قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ دونوں پر حقوق اللہ اور حقوق العباد واجب ہیں۔ دونوں کے لئے نیکی و پرہیز گاری اور بدی و بدکاری کی جزا و سزا برابر ہے علی ہذا القیاس!

اِس میں شبہ نہیں کہ ذات اور انسانیت کے اعتبار سے دونوں میں کامل مساوات ہے لیکن جہاں تک صفات، عادات، طبائع، عقول، استعداد اور درجات و مراتب کا تعلق ہے اس میں فطری، خلقی اور طبعی طور پر مساوات و برابری نہیں ہے۔ بعض اُمور میں عورتوں کو مردوں پر فوقیت دی گئی ہے اور بعض میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی گئی ہے تاکہ تناسب اور توازن قائم رہے۔

اگر خالقِ کائنات سب کو ایک جیسی صلاحیت۔ ایک جیسی قوت، ایک جیسی عقل، ایک جیسا فہم، ایک جیسی استعداد، ایک جیسا حسن و جمال ایک جیسا علم و عمل، ایک جیسا خلق و عادت اور ایک جیسا مال و دولت عطا فرما دیتا اور سب کو ہم درجہ و ہم رتبہ بنا

دیتا تو کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا اور نہ کوئی کسی کا کام کرتا تو یہ نظامِ کائنات کس طرح چلتا۔ اس لئے اس نے مختلف اَفراد کو مختلف صلاحیتیں اَور جداگانہ قوتیں بخشی ہیں تاکہ یہ نظامِ کائنات قائم رہے اور ہر ایک اپنا اپنا کام کرتا رہے۔

اسی فطری قانون کے مطابق اس نے مرد و عورت کے درمیان مختلف خصوصیات پیدا کیں اور مختلف ذمہ داریاں ان کو سونپیں اور حکم دیا کہ دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اَب ظاہر ہے کہ اگر ان دونوں نے ایک دوسرے کے کام اَور ذمّہ داری میں دخل دیا تو یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہوگا۔ جس سے نظامِ فطرت درہم برہم ہو جائے گا اَور معاشرہ تباہ ہوگا۔

آج کل کے بعض افراد جو اِسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہیں اور مغربی تہذیب و تمدن کے دلدادہ و شیدائی ہیں، قانونِ فطرت کے خلاف یہ صدا بلند کر رہے ہیں کہ عورت کو ہر میدان میں مردوں کے برابر ہونا چاہیئے۔ انہی لوگوں کی اس غلط اور تباہ کن تحریک کا نتیجہ ہے کہ آج بعض عورتیں فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کر رہی ہیں جس سے ایک طرف خود عورت کی مخصوص حیثیت ختم ہو رہی ہے اور دوسری طرف معاشرے پر تباہ کن اثر ہو رہا ہے۔

عورتوں اَور مردوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب قدرت نے ان کو مختلف اغراض و مقاصد کے لئے پیدا کیا ہے تو ان کی بہتری اسی میں ہے کہ جس جس غرض کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور انہیں جو مخصوص اور فطری صلاحیتیں اور قوتیں بخشی گئی ہیں ان کو وہ صرف انہی اغراض و مقاصد کے لئے عمل میں لائیں اور ہر ایک اپنے آپ کو اپنے دائرے میں رکھے اَور اس سے آگے نہ بڑھے۔ عورت مرد بننے اور مرد عورت بننے کی کوشش نہ کرے یعنی ایک دوسرے کی ذمّہ داریوں کو اپنے اوپر لینے کی کوشش نہ کریں ورنہ وہ اپنی فطری اور خلقی صلاحیتوں سے محروم ہو جائیں گے اور اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھیں گے۔ ایک عورت اور ایک مرد کی سعادت اور بھلائی اسی میں ہے کہ وُہ اپنے اپنے دائرے میں رہیں، یعنی عورت عورت رہے اَور مرد مرد رہے۔

افسوس! کہ مرد عورت دونوں زندگی کی راہ میں افراط و تفریط کا شکار ہو رہے ہیں اور قدرت کی عطا کی ہوئی فضیلتوں اور خصوصیتوں سے ناجائز فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

مُسلمان عورت کے لئے دعوتِ فکر

اے مُسلمان خاتون!

خدا تعالےٰ نے تجھے کیا رتبہ عطا کیا ہے۔ تجھے حسن و جمال، عصمت و عفت، شرم و حیا کے زیور سے آراستہ کیا لیکن آج تو کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ تجھے بے غیرت اور ہوس پرست لوگوں نے اپنی اغراضِ ملعونہ کی تکمیل کے لئے ایک کھلونا بنا رکھا ہے۔ تجھے کاروباری لوگوں نے اپنی اشیاء کے پروپیگنڈے اور فروخت کا اشتہار اور ذریعہ بنا رکھا ہے۔

اے مسلمان خاتون! یہ تیری شرم و حیا کا دامن چاک کرنے والے، تجھے اپنی ہوس کا کھلونا بنانے والے، تجھے کلبوں اور ہوٹلوں کی زینت بنانے والے، تجھے اپنی اشیاء کی فروخت کا ذریعہ بنانے والے، تیرے خیرخواہ نہیں بلکہ بدترین دشمن ہیں اُنہوں نے تجھ سے تیرا مقام و مرتبہ چھین لیا ہے۔ تجھے عزت کے مقام سے گرا کر ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا ہے اور تیری دنیا و آخرت کو تباہ کر دیا ہے۔

اے مسلمان خاتون! تیری عزت۔ تیری قدر اسی میں ہے کہ تو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ اور اس کے رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہٖ وسلّم کی فرماں بردار بن۔ سیّدہ فاطمہ زہرا حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہن کی مقدس سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنا، ان کے نقشِ قدم پر چل۔ شرم و حیا کا مجسمہ، عفت و پاکدامنی، علم و عمل کا پیکر بن۔ فرائض و واجبات کی پابندی کر۔ اسلامی پردہ اختیار کر اور دونوں جہان میں عزت حاصل کر۔

اے مسلمان خاتون! تیرے خالق و مالک اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور تیرے رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تجھے کیا تعلیم دی ہے اسے غور سے دیکھ اور اس پر عمل کر، سن! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (نور ۴)

اے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ایمان والی بی بیوں سے فرما دیجیے کہ وُہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں (غیر محرموں کو) نہ دیکھا کریں اور اپنی عصمت کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت و آرائش (غیروں پر) ظاہر نہ کیا کریں۔

کیونکہ غیروں کو دیکھنا اور اپنا حسن، جوانی، زینت ان کو دکھانا فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔ فرمایا:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (احزاب ۳۳)

اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کو نہ دکھاتی پھرو۔

یعنی اپنا حسن وجمال۔ زینت و آرائش لوگوں کو نہ دکھاتی پھرو۔ اگر ایسا کرو گی تو لوگوں کی نگاہیں تمہاری طرف اٹھیں گی اور تمہاری وضع و انداز سے لوگ تمہارے متعلق غلط گمان قائم کریں گے اور ہوس پرست لوگ تمہیں غلط کار سمجھ کر تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ـ

اے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجیے کہ جب وہ گھروں سے باہر نکلا کریں تو وُہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادروں کو ڈال لیا کریں اس سے یہ ہوگا کہ وُہ پہچانی جائیں گی (کہ یہ شریف پردہ دار خواتین ہیں) تو ان کو ستایا نہ جائے گا۔

یعنی جب وُہ اپنی زینت و آرائش، حسن وجمال، بناؤ سنگھار وغیرہ کو چھپا کے شرم وحیا کا پیکر بن کر نکلیں گی تو دیکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ یہ شریف گھرانوں کی خواتین ہیں، جن کی عزت کا احترام ہر شریف آدمی کا فرض ہے۔ اس طرح لوگ ان کو ستائیں گے نہیں اور نہ ان کے پیچھے پڑیں گے اور ان کی عزّت و عصمت محفوظ رہے گی۔

شریف مردوں اور عورتوں کے اوصاف

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔ فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں۔ سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں صدقہ و خیرات کرنے والے مرد اور صدقہ و خیرات کرنیوالی عورتیں۔ روزہ رکھنے والے مرد اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بہت زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنیوالی عورتیں اللہ تعالےٰ نے انکے لیے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کیا ہے۔

ایک مقام پر فرمایا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط

مرد عورتوں پر محافظ و نگراں ہیں اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے فضیلت دی ہے مردوں کو عورتوں پر اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال ان پر خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مردوں کی غیر حاضری میں حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اللہ کی حفاظت سے۔

ارشاداتِ نبوی

صلّی اللہ علیہ وسلّم

لَیْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْیَا شَیْءٌ اَلْمَرْءَةِ الصَّالِحَةِ (ابنِ ماجہ شریف)

دُنیا کی نعمتوں میں سے کوئی چیز نیک بیوی سے افضل نہیں ہے۔

خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ (نسائی شریف)

دُنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔

اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ اِمْرَاءَةً فَاَعْجَبَتْهُ فَلْیَاْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِیْ مَعَهَا (ترمذی شریف)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھ کر اس کے حسن سے متاثر ہو تو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس چلا جائے کیونکہ اس کے پاس بھی وہی کچھ ہی ہے جو اس کے پاس تھا۔

اِذَا بَاتَتِ الْمَرْءَةُ مُهَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تَرْجِعَ

جب عورت اپنے شوہر سے اجتناب کرتے ہوئے الگ رات گزارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ (خاوند کی طرف) لوٹے۔ (بخاری شریف)

لَا تَصُوْمُ الْمَرْءَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (بخاری شریف)

عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔

قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَکُنَّ اَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِکُنَّ (بخاری شریف)

بلاشبہ اللہ نے تمہیں اس بات کی رخصت دی ہے کہ تم اپنی حاجتوں کے واسطے گھر سے نکل سکتی ہو۔

اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْءَةُ مِنْ بَیْتِهَا وَزَوْجُهَا کَارِهٌ لَعَنَهَا کُلُّ مَلَکٍ فِیْ

جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف اپنے گھر سے نکلتی ہے تو آسمان

السَّمَاءِ وَكُلُّ شَيْئٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ غَيْرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ حَتّٰى تَرْجِعَ (کشف الغمہ)	کا ہر فرشتہ اور جنّ و انس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے اس پر لعنت بھیجتی ہے جب تک واپس نہ آجائے
اَيُّمَا امْرَءَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ وَكُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ (نسائی شریف)	جو عورت خوشبو وغیرہ سے معطر ہو کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے تاکہ لوگ اس کی خوشبو پائیں وہ زانیہ ہے اور ہر وہ آنکھ جو اس کو دیکھے زناکار ہے۔
لَا يَحِلُّ لِامْرَءَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ لَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَةٍ مِّنْهَا (ابو داؤد شریف)	کسی مسلمان عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ بغیر محرم آدمی کے ایک رات کا بھی سفر کرے۔
لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ (ترمذی شریف)	ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر غیر موجود ہیں کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ یعنی اس کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔
لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاءَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطٰنَ (ترمذی شریف)	جب کوئی مرد کسی عورت کے پاس تنہائی میں ہوتا ہے تو تیسرا ان کا شیطان ضرور ہوتا ہے۔
اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ (بخاری و مسلم)	خبردار! عورتوں کے پاس زیادہ آمدورفت سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دیور اور جیٹھ کے بارے میں کیا ارشاد ہے، فرمایا وہ تو موت ہے

یعنی اس کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کیونکہ فتنے کا زیادہ احتمال ہے۔ اس لیے کہ اکثر دیور اور جیٹھ وغیرہ سے پردہ نہیں ہوتا اور دونوں میں دل لگی اور مذاق وغیرہ بھی ہو جاتا ہے۔

مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةٍ لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيْلٍ وُضِعَ عَلَى كَفِّهِ جَمْرَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (تکملہ فتح القدیر)

جو شخص کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو چھوئے گا جس کے ساتھ اس کا جائز تعلق نہ ہو۔ قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے گا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِكُمْ بِمِخْيَطٍ مِّنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمَسَّ اِمْرَاَةً لَا تَحِلُّ لَهٗ (طبرانی۔ بیہقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی سوئی ٹھونک دی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں۔

آج کل کے گمراہ، بے غیرت اور ہوس پرست مرد و زن جو کفار کی اندھی تقلید کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ غیر محرم ہونے کے باوجود کمر میں ہاتھ ڈالے رقص اور ڈانس وغیرہ، وہ بلاشبہ آخرت میں عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالٰی فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بیٹھیں کہ اتنے میں عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا صحابی تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم اِحْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو اُمِّ سلمہ فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ اندھے نہیں ہیں؟ ہمیں نہیں دیکھیں گے، فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور کیا تم بھی ان کو نہیں دیکھو گی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

كَانَ الْفَضْلُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى

فضل بن عباس نبی کریم صلی اللہ علیہ

اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْھَا وَتَنْظُرُ اِلَیْہِ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْرِفُ وَجْہَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْاٰخَرِ (بخاری شریف صفحہ ۲۵۰/۱) کو دوسری طرف پھیر دیا۔

وَسَلَّمَ کے پیچھے سواری پر سوار تھے۔ ایک عورت قبیلہ خثعم کی آئی۔ حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھتے تھے اور وہ عورت ان کی طرف دیکھتی تھی، تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیا۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہُوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرف اور مردوں کو عورتوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللّٰہ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر کی گئی۔

یعنی جب دیکھنے والا بلاعذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلاعذر قصداً دکھائے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْأَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْأَۃُ اِلَی الْمَرْأَۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ (مسلم شریف)

رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کی جگہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے مقام ستر کو دیکھے اور نہ کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگا سوئے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں ننگی سوئے۔

چنانچہ فرمایا:۔

اَلْعَیْنَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا النَّظْرُ وَالْیَدَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِیَانِ وَزِنَاھُمَا

آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا نظر کرنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا پکڑنا ہے۔ پاؤں زنا کرتے ہیں، ان کا

الْمَشْیُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰی وَتَشْتَهِیْ وَالْفَرْجُ یُصَدِّقُ ذَالِكَ كُلَّهٗ وَیُكَذِّبُهٗ۔

زنا چل کے جانا ہے۔ زبان کا زنا باتیں کرنا ہے۔ دل کا زنا خواہش کرنا ہے آخر میں شرم گاہ یا تو ان سب کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔

نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُكَلَّمَ النِّسَاءُ اِلَّا بِاِذْنِ اَزْوَاجِهِنَّ (طبرانی فی الکبیر)

کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورتوں سے بغیر ان کے شوہروں کی اجازت کے بات چیت کی جائے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَّلَعَ فِیْ بَیْتِ قَوْمٍ بِغَیْرِ اِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ اَنْ یَّفْقَؤُا عَیْنَهٗ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکے تو بے شک ان لوگوں کو حلال ہے کہ اس شخص کی آنکھ پھوڑ دیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَهَا۔ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہیں گی اور دوسروں کو اپنے اوپر مائل کرنے والی اور خود بھی دوسروں پر مائل ہونے والی، ان کے سر اونٹوں کے خمدار کوہان کی طرح ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

آج کل کی وہ عورتیں جو باریک کپڑے پہنتی ہیں، جن سے بدن جھلکتا ہے یا نیم برہنہ لباس پہنتی ہیں جس سے پورے بازو، سر، گردن، نصف چھاتی اور کمر وغیرہ ننگی رہتی ہے یا اتنا تنگ لباس پہنتی ہیں جس سے جسم کی پوری ساخت نظر آتی ہے اور جو اپنے سروں

کے بالوں کو اونٹوں کے خم دار کوہان بناتی ہیں وہ اس فرمان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سبق حاصل کریں اور اپنے بالوں کو اس طرح بنانا چھوڑ دیں اور جہنم کی مستحق نہ ہوں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔ (بخاری و مسلم)

بے شک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ کی لعنت ہو اپنے بالوں میں دوسری چیز کے بال ملانے والی پر اور اس کے جوڑوانے اور گودنے والی اور گودوانے والی پر۔

اس حدیث میں ان عورتوں کو ملعون فرمایا جو بازار وغیرہ سے مصنوعی بال حاصل کر کے اپنے بالوں سے ملا لیتی ہیں اور اپنے بالوں کو بڑا ظاہر کرتی ہیں اور وہ جو گودواتی ہیں یعنی اپنے منہ، پیشانی میں یا رخساروں یا ٹھوڑی میں یا ہاتھوں میں یا ان سب جگہ ایک مشین کے ذریعے سے رنگ بھروا لیتی ہیں جو دائمی طور پر جلد میں قائم ہو جاتا ہے۔

مسلمان خواتین اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادِ گرامی سے سبق حاصل کریں اور لعنت کی مستحق ہونے سے بچیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، اللہ تعالےٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت بنائیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت بنائیں۔

آج کل کی وہ لڑکیاں جو لڑکوں کی اور لڑکے جو لڑکیوں کی مشابہت اختیار کر رہے ہیں وہ بلاشک و شبہ اس لعنت کے مورد ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے آمین۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لُبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ الرَّجُلَ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲؍۲)

کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنتی ہیں۔

اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت فرمائی جو مردانہ جوتا پہنتی ہے۔

اسلامی تعلیم یہ ہے کہ عورت و مرد ایک دوسرے کی وضع اختیار نہ کریں اور وہ تمام باتیں جن سے ان میں امتیاز ہوتا ہے۔ ان کو باقی رکھنا نہایت ضروری ہے۔

یقین جانیئے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات ہمارے ہی لیے ہیں اور ان کی پیروی ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ آج کے ہمارے معاشرے میں جو خرابیاں جڑ پکڑ رہی ہیں اور جو جرائم رونما ہو رہے ہیں ان کی بنیاد فطرت سے بغاوت اور احکاماتِ خداندی سے انحراف ہے۔ اسی سبب بے سکونی اور بدامنی کی شکایت بڑھ رہی ہے۔ کوئی محکمہ، ادارہ، تنظیم، جماعت کوئی معاشرہ اور ملک اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ وہ نظام اور ضابطے کی پابندی نہ کرے اسلامی قوانین اور ضابطوں کی خلاف ورزی کر کے ہم شاید اپنے لیے جھوٹی تسلی اور بہلاوے کا سامان تو کر سکتے ہیں مگر کامیابی اور ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔ صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی مسلمانی نہیں ہے بلکہ اس کلمے کو پڑھ کر ہم اللہ اور اس کے رسول کے پابند ہو جاتے ہیں اور جو ایسا نہیں سمجھتا یا کتاب و سنت کی پابندی نہیں کرتا یقیناً وہ اپنے ایمانی دعوے میں سچا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں نیکی و بھلائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور اپنے پیاروں کی پیروی کی سچی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واٰخر دعوٰنا الحمد للہ رب العٰلمین۔

بندہ محمد شفیع اوکاڑوی غفرلہٗ

کراچی

مجدد مسلکِ اہلسنت خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

- ذکرِ جمیل
- نغمۂ حبیب
- انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
- ذکرِ حسین (دو حصے)
- درسِ توحید
- مسلمان خاتون
- راہِ عقیدت
- برکاتِ میلاد
- اخلاق و اعمال (شرعی تقریر)
- راہِ حق
- ثواب العبادات
- مقالاتِ اوکاڑوی
- نماز مترجم
- مسئلہ سیاہ خضاب
- میلادِ شفیع
- امام پاک اور یزید پلید
- مسئلہ طلاقِ ثلاثہ
- جہاد و قتال
- شامِ کربلا
- انوارِ رسالت (حصہ اول)
- جھگڑے کا خاتمہ
- سفینۂ نوح (دو حصے)
- تعارف علمائے دیوبند
- نجوم الہدایت

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ
اردو بازار لاہور

مجددِ مسلکِ اہلسنت مولانا
خطیبِ پاکستان حضرت محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

ذکرِ جمیل	نغمۂ حبیب	انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
ذکرِ حسین (دو حصے)	درسِ توحید	مسلمان خاتون
راہِ عقیدت	برکاتِ میلاد	اخلاق و اعمال شرعی تقریر
راہِ حق	ثواب العبادات	مقالاتِ اوکاڑوی
نماز مترجم	مسئلہ سیاہ خضاب	میلادِ شفیع
امام پاک اور یزید پلید	مسئلہ طلاقِ ثلاثہ	جہاد و قتال
شامِ کربلا	انوارِ رسالت (حصہ اول)	جھگڑے کا خاتمہ
سفینۂ نوح (دو حصے)	تعارفِ علمائے دیوبند	نجوم الہدایت

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، اردو بازار لاہور